

حق چارپاڑ

بِاللَّهِمَّ

خلافتِ اشدہ

دفعہ

پتھر امیر معاویہ

www.KitaboSunnat.com

قائدِ اہلسنت
حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

دارالامضاء التحقیق

لاہور 0321-4145543

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

فصل

پندرہویں باب



عزیز الرحمن قاضی مظہر حسین

دارالامضاء للتحقیق

لاہور

0321-4145543

0322-8464167

مکتبہ سنی فاؤنڈیشن
10-11 گریڈ سٹریٹ، نزد بازار لاہور
Ph: 37228272-37228196

خوبصورت، تحقیقی اور معیاری مطبوعات کے ذریعے
علم کی خدمت میں مصروف

ادارہ مظہر التحقیق

اس کتاب کے تمام حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب..... دفاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

تصنیف..... مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تاریخ اشاعت..... مارچ 2014ء

ناشر..... ادارہ مظہر التحقیق، لاہور 4145543-0321-0322-8464167

ملنے کے پتے

قاری عبدالرؤف نعمانی اچھرہ لاہور 0300-4273864

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور، 0423-7228272

مکتبہ اہلسنت، رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد، 0321-7837313

دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال 0313-5128490

مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-6175026

دفتر ماہنامہ حق چاریار اچھرہ لاہور 0423-7593080

مکتبہ العزب دوکان نمبر 2 بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2156159

ادارہ نشریات اہلسنت مدینہ منزل حضور ضلع انک 0300-5477867

مکتبہ الہادی، اردو بازار لاہور 0300-6609226

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور 0321-4220554

www.KitaboSunnat.com

سُخُنِ اَوَّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرف صحابیت کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہؓ بھی دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح ہیں۔ البتہ جوہدی فضائل اور کمالات ہر ایک کے اپنے ہیں۔ اہل سنت کے ہاں ہر اک صحابی کی تکریم واجب ہے۔ ایک نبی سے محبت کا دعویٰ کر کے دوسرے انبیاءؑ کی تکذیب کرنا یہودیت اور مسیحیت ہے، ایسے ہی کچھ صحابہ سے محبت کا دعویٰ جتلا کر دوسرے اصحاب کی بدگوئی کرنا شیعیت اور خارجیت ہے۔ اسلاف اہل سنت ہمیشہ سے اس معاملہ میں بڑے حساس رہے ہیں امر واقعہ کے طور پر اصحاب رسولؐ کے مابین ہونے والے بھڑی نزاعات اور مشاجرات پر تبصرہ کرنا یا انہیں اہل علم کے حلقوں میں بیان کرنا غلط نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو وہ بیان بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کی بنیاد پر سب و شتم یا طعن و تشنیع کی فضاء پیدا کرنا جہالت اور سفاہت کے سوا کچھ نہیں۔ خارجی اور ناموسی لوگوں کا مزاج یہ تھا کہ وہ مشاجرات صحابہ کے ضمن میں اعتدال پر نہ رہ سکتے تھے اور ردِ افوض کا حال یہ ہے کہ یہ ان مشاجرات کے حوالہ سے اہل بیت اور صحابہ کی خود ساختہ تقسیم کر کے نفرتوں کو ہوا دیتے آ رہے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ وہ الزامات گھڑ گھڑ کر اصحاب رسولؐ کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ جن کی ان پاک طینت ہستیوں کو ہوا تک نہیں لگی تھی قیام پاکستان کے فوراً بعد یہاں اہل تشیع کے اثرات سے کچھ سنی حلقے بھی متاثر ہوئے اور کچھ لوگ ردِ افوض کے مقابل سے وجود میں آئے۔ جو رافضیوں سے متاثر ہوئے انہوں نے سیدنا حضرت معاویہؓ کی ذلت سے تو تاج چھٹی کی اور جو محض تقابلی سے وجود میں آئے انہوں نے حضرت علیؓ اور سیدنا حسینؓ پر لب کشائی کی۔ فکری اور نظریاتی بحثوں میں ضد نہیں چلتی، دلائل سے محاکمہ ہوتا ہے اور صداقت کی کریمیں ضد بازوں اور مگراہوں کی مضیوں میں کبھی بند نہیں ہو سکتیں، اہل سنت کے وصف اعتدال کو انہیں لوگوں نے تخت و تاراج کیا۔ جنہیں نفس اختلاف کا پتہ نہیں تھا اور محض مخالفت مقصود تھی۔ کراچی سے محمود احمد عباسی نے اس فتنہ کی آبیاری کی۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑے حلقہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عوام تو رہے ایک طرف، بعض خواص بھی لڑھک گئے اور پھر لڑھکتے ہی چلے گئے۔ ملتان کے ابوزر مولانا عطاء المصمم شاہ بخاریؒ نے جب محمود احمد عباسی سے ملاقات کی تو وہ بھی ان کی زلفوں کے امیر نظر آئے۔ انہوں نے دورہ کراچی کی روداد سناتے ہوئے اپنے متعلقین سے کہا تھا۔

”اس دفعہ کراچی میں علامہ محمود احمد عباسی مصنف ”خلافت معاویہ و یزید“ سے مل کر آ رہا ہوں۔

تقریباً اٹھارہ گھنٹے تک ان سے بحث و تمحیص ہوئی ہے میں نے انہیں برا ملا کہا ہے کہ آپ نے جس موقف کا اظہار اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اصولی طور پر درست ہے مگر زبان و بیان میں بعض مقامات پر جو شدت اور بے احتیاطی اختیار کی گئی ہے، میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔“ (ماہنامہ ”غیب“ نمبر ۱۰، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۱۳)

حالانکہ اعزاز و بیان تہنیت و سنجیدگی پر مشتمل تھا، موقف اصولی طور پر غلط تھا، مگر مولانا عطاء المصمم نے بالکل برعکس تاثر لیا اور اسی ملاقات نے آنے والے دنوں میں انہیں حامیان یزید کا چیز میں بنادیا۔

دوسری طرف وہ طبقہ تھا جو حضرت علیؓ کے دفاع کا جذبہ لے کر میدان میں اتا اور بجائے اس کے کہ وہ محمود احمد عباسی یا اس قبیل کے دیگر حضرات کے دلائل کا توڑ کرتے وہ براہ راست حضرت معاویہؓ پر تنقید کرنے لگے۔ یہ ایک نہایت طفلانہ حرکت تھی۔ مولانا سید لعل شاہ بخاریؒ نے ایک کتاب ”اختلاف یزید“ کے نام سے لکھی تھی جس میں انہوں نے پوری تحدی اور خود اعتمادی کے ساتھ فتنہ یزید پر اپنا مقدمہ پیش کیا مگر ساتھ ہی سیدنا حضرت امیر معاویہؓ پر بھی ہلکی پھلکی تنقید کرتے چلے گئے۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ

(خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی) نے نہ صرف دفاع صحابہ کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ آپؐ نے سنت کی تطہیر کا عمل بھی جاری رکھا۔ ردّ روافض اور دفاع صحابہ تو آپؐ کا موروثی مشن تھا جو آپ کو اپنے والد گرامی ابو الفضل مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر سے ملا تھا۔ خطہ ہند میں آپ کی تحقیقی کتاب ”آفتاب ہدایت“ متواتر رشدد ہدایت کی کرنیں پھیلا رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے فرزند ارجمند حضرت اقدس قاضی صاحب کو مستقلاً اس میدان میں اُتار دیا۔ حضرت اقدسؒ نے مولانا نعل شاہ بخاری کی اُن عبارات پر تنقید کی جو حضرت معاویہؓ کی اہانت پر مشتمل تھیں۔ آپؒ نے ”دفاع معاویہ“ کے نام سے کتاب لکھی جس نے تحقیقی اور سنی و شیعہ حلقوں کو مطالعہ پر مجبور کیا۔ یہ کتاب اپنے موقف پر اس قدر متوازن اور موزوں تھی کہ دارالعلوم دیوبند سے اس کے مندرجات کو درست اور عین حق قرار دیا گیا جبکہ سید نعل شاہ صاحب کے نظریہ کو غیر معتدل اور شیعہ مزاج کے مترادف کہا گیا۔

مولانا سید نعل شاہ صاحب بخاری کے ایک نام نہاد شاگرد مہر حسین شاہ بخاری، جن کی رگ رگ میں شیعیت تھیں ہوئی ہے، نے حضرت اقدسؒ کے نام ایک کھلی کھلی چٹھی شائع کی۔ حضرت اقدسؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”خاری تفتہ“ جلد اول میں نعل شاہ صاحبؒ کے موقف پر تنقید کی تھی اور مولوی مہر شاہ نے اس کھلی چٹھی میں حضرت اقدسؒ کے نقد پر جرح کی۔ کہتے ہیں دیکھ سے زیادہ چیخ گم ہوتا ہے، مولانا نعل شاہ صاحبؒ نے تو نہایت باریکی سے تنقید کی تھی، مگر ان کے اس شاگرد نے تو باقاعدہ ایک کتاب حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف لکھی، اس کا نام ”سیاست معاویہ“ ہے، اس کتاب میں حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف بکواسات کرنے میں یہ بالآخر انسان غلام حسین نجفی سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ ہم نے ماہنامہ ”حق چار یاز“ لاہور میں جاری ہونے والے اپنے پچاس سطحوں پر مشتمل مضمون ”یزیدی تفتہ“ میں اس کتاب اور مصنف پر تبصرہ کیا ہے۔ جس پر مصنف گالی گلوچ پواتر آئے، ہم نے یہ موقف اختیار کیا کہ مذکورہ شخص قطعاً سنی نہیں ہے بلکہ پکارا نہیں ہے اور اہلیت کی گود میں لوریاں لے رہا ہے جس پر وہ بہت تیغ پائے اور گالیوں پر مشتمل خط ارسال کرتے رہے۔ علمی و شخصی طور پر حضرت اقدسؒ اور مہر شاہ کا کوئی موازنہ نہیں، مگر حضرت اقدسؒ کا مزاج یہ تھا کہ آپ مسلک کے دفاع میں شخصیات کی چھان پچک کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ آپ نے مولوی مہر شاہ کی اس کھلی چٹھی کا جواب ”دفاع حضرت معاویہ“ کے نام سے لکھا جسے اب ”ادارہ مظہر تحقیق“ لاہور کی جانب سے پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ”ادارہ مظہر تحقیق“ نے نامساعد حالات اور بے سرو سامانی میں اپنا سفر شروع کیا تھا، مگر توفیقِ بزرگوار اور جگہ جگہ اور قدم قدم پر ساتھ رہی۔ چنانچہ حضرت اقدسؒ کی جملہ کتب دیدہ زیب طباعت کے ساتھ چھپ کر منصفہ شہود پر آ چکی ہیں۔

مولانا عبدالرؤف نعمانی ہدیہ تحریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پوری جانفشانی اور لگن سے حسب سابق اس کی طباعت میں اپنا کردار ادا کیا، ادارہ کی ترقی کے لئے بزرگوں اور احباب کی دعائیں مسلسل جاری رہتی ہیں جن میں امیر سرگزینہ مولانا قاضی ظہور احسین اطہر، مولانا قاری جمیل الرحمن صاحب، شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو اور برادر مولانا زاہد حسین رشیدی سر فہرست ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہی حضرات کی دعائیں ہمارا سرمایہ ہیں قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان نظریاتی کتب کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور رخص و بدعت کے جراثیم سے امت کو بچانے کے لئے حصہ بقدر ”چٹہ“ کرواداد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

عبدالجبار سلطی مضمی حصہ..... ۱۰ مارچ ۲۰۱۴ء بروز سوموار۔ ادارہ مظہر تحقیق ملتان روڈ لاہور

فہرست مضامین

- کتاب خارجی فتنہ پر علماء کے تبرے — ۱۱
- ماہنامہ بینات کراچی — ۱۲
- ماہنامہ البلاغ، کراچی — ۱۲
- ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک — ۱۳
- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور — ۱۳
- ہفت روزہ لولاک فیصل آباد — ۱۴
- ماہنامہ الخیر ملتان — ۱۴
- سعید آبادی کتابچہ — ۱۶
- کلی چشمی کی حیثیت — ۱۶
- مولوی سیاح الدین تفسیر القرآن کی مدح میں — ۱۸
- کلی چشمی کے اعتراضات کا جواب — ۱۹
- کیا حضرت معاویہ کی خطا عنادی تھی — ۲۰
- جوہر معاویہ کی مراد (حضرت مجدد الف ثانی) — ۲۳
- مولانا بخاری اور خادم اہل سنت کے مسلک کا فرق — ۲۵
- آیت وان طاعتنا من المؤمنین افعلوا — ۲۶
- حضرت معاویہ صور تباغی ہیں نہ کہ حقیقتاً — ۲۷
- حکمین کی خطا بھی اجتہادی تھی (حضرت شاہ ولی اللہ محدث) — ۲۸
- خطائے اجتہادی کو عنادی نہیں کہہ سکتے — ۳۱
- صحابہ کا اختلاف نفسانیت پر مبنی نہ تھا (حضرت مجدد الف ثانی) — ۳۲
- مشاجرات صحابہ و جمعہ بینہم کے خلاف نہیں (حضرت مدنی) — ۳۳
- فتاویٰ عزیزی کی عبارت — ۳۴
- فتاویٰ عزیزی کی الحاقات — ۳۷
- کیا حضرت عائشہ زوجہ کا اختلاف منی پر نفسانیت تھا؟ — ۴۰
- حضرت معاویہ عادل ہیں (امام نووی) — ۴۲
- تمام صحابہ عادل ہیں (ابن حجر عسقلانی وغیرہ) — ۴۳
- مولانا اہل شاہ کی تطہیر صحیح نہیں — ۴۴
- خطائے اجتہادی عدالت کے منافی نہیں — ۴۵
- معصیت صور بخلاف حقیقت کی کجی (حضرت مدنی) — ۴۶
- عدالت صحابہ کے بارے میں اہم سوال — ۴۹

- ۵۰ ————— مولوی مہر حسین شاہ بھی سمجھیں
- ۵۱ ————— حضرت معاویہؓ حقیقتاً باغی نہ تھے (علمی محاسبہ کی عبارت)
- ۵۳ ————— شیعہ مجتہد ذھکو کے اعتراض کا جواب
- ۵۳ ————— کیا ذھکو تحریف قرآن کے قائل ہیں
- ۵۳ ————— (حوالہ اثبات الامامت)
- ۵۴ ————— سند یلوی صاحب کا معاملہ
- ۵۵ ————— حضرت معاویہؓ مجتہد تھے (حضرت ابن عباسؓ)۔
- ۵۶ ————— مولوی مہر حسین شاہ کی علمی خیانت
- ۵۷ ————— مولانا ناعل شاہ اور مولوی مہر حسین شاہ کا اختلاف
- ۵۷ ————— حضرت معاویہؓ مجتہد ہیں (مولانا ناعل شاہ)۔
- ۵۷ ————— شیعہ مجتہد ذھکو کی علمی خیانت و کذب بیانی
- ۵۷ ————— حضرت معاویہؓ "جلیل القدر صحابی نہیں
- ۵۹ ————— (مولوی مہر حسین شاہ)
- ۶۱ ————— حضرت معاویہؓ رفیع الشان صحابی ہیں
- ۶۱ ————— (مولانا ناعل شاہ بخاری)
- ۶۲ ————— حضرت معاویہؓ صاحب فضائل ہیں
- ۶۲ ————— (حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ)
- ۶۲ ————— مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا
- ۶۲ ————— اہل سنت پر افتراء
- ۶۲ ————— مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا ایک نیا
- ۶۳ ————— شوشہ (مسئلہ عصمت انبیاء)
- روایت حدیث کے بارے میں
- ۶۴ ————— صحابہ کے معصوم ہونے کی کیا دلیل ہے؟
- شاذ و نادر جرم کا سرزد ہونا
- ۶۵ ————— عدالت کے منافی نہیں (حضرت مدنی)۔
- ۶۶ ————— شیعہ کیا کہتے ہیں؟ (ذھکو مجتہد)
- حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کا طعن
- ۶۷ ————— (عبارت حق البقیں)
- انبیائے کرام کی لغزش کا مفہوم (بحوالہ
- ۶۸ ————— علمی محاسبہ)
- شیعہ بھی ترک اولیٰ کے قائل ہو گئے۔ ۷۳
- اعتراض دوم کی بحث (عبارت اختلاف یزید)۔ ۷۴
- حضرت ابن عمرؓ کی تنقیص۔ ۷۶
- حضرت معاویہؓ کی صریح توہین (خطبہ
- یزید کی آڑ میں)۔ ۷۷
- زیاد اعلیٰ درجے کا مدبر اور حضرت علیؓ کا حامی
- ۷۹ ————— تھا (ابوالاعلیٰ سودوی و سید ناعل شاہ بخاری)۔
- ۸۰ ————— حضرت ابوسفیان کی توہین
- ۸۲ ————— سب علیؓ کی آڑ میں حضرت معاویہؓ کی توہین
- حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کے فضائل
- کے معترف تھے (مولانا محمد تقی عثمانی
- جلسہ سپریم کورٹ)۔ ۸۳

- ۱۱۰ ————— شیعہ بھی یہی کہتے ہیں
- ۱۱۱ ————— عباس کا آیت سے استنباط)
- ۱۱۳ ————— حضرت معاویہؓ کے خلاف (مورودی اور ڈھکو)۔
- ۱۱۵ ————— حضرت معاویہؓ اور کتابت وحی
- ۱۱۶ ————— اس میں ہمنوا ہیں)
- ۱۱۷ ————— رام چندر، پگھن، زرتشت اور بدھ وغیرہ
- ۱۱۸ ————— پیغمبر ہیں (علامہ وحید الزماں)
- ۱۱۹ ————— رحمۃ للعالمین کی بدوعا حقیقتاً دعائے
- ۱۲۰ ————— رحمت ہے
- ۱۲۱ ————— حضرت معاویہؓ آزر وئے حدیث جنتی ہیں۔
- ۱۲۲ ————— حضرت معاویہؓ بادی و مہدی ہیں
- ۱۲۳ ————— (دعائے نبوی)
- ۱۲۴ ————— حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کا غبار حضرت عمرو
- ۱۲۵ ————— بن عبدالعزیز سے افضل ہے، امام نسائیؒ
- ۱۲۶ ————— صدیق اکبر کون ہیں (شیعہ عقیدہ)
- ۱۲۷ ————— کیا سب گالی گلوچ کو کہتے ہیں (مولانا
- ۱۲۸ ————— لعل شاہ کی تضاد بیانی)
- ۱۲۹ ————— سب نبوی کا مہموم (ایک اہم سوال)
- ۱۳۰ ————— یہ حضرت معاویہؓ کا دفاع ہے یا جارحیت؟
- ۸۵ ————— مولانا نائل شاہ کا بیجا تعصب (روایت ابی داؤد کی اہم بحث)
- ۸۹ ————— مولانا نائل شاہ صاحب کی سند سے جہالت
- ۹۱ ————— حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیا
- ۹۲ ————— شیعہ بھی وظائف معاویہؓ کا اقرار کرتے ہیں۔
- ۹۳ ————— صلح حضرت حسنؓ کے بعد حضرت معاویہؓ برحق خلیفہ ہیں (غوث اعظم)
- ۹۴ ————— کیا حضرت مقدم بھی جھک گئے
- ۹۵ ————— نقطہ بیانی کی حد ہوگئی
- ۹۶ ————— (مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی عبارت قابل اعتراض ہے
- ۱۰۰ ————— کیا علامہ وحید الزماں شیعہ تھے؟
- ۱۰۱ ————— مولوی وحید الزماں اور انقض معاویہؓ
- ۱۰۲ ————— حضرت علیؓ سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے (وحید الزماں)
- ۱۰۳ ————— علامہ وحید الزماں کی کربلا بیعت
- ۱۰۴ ————— حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی کیوں مخالفت نہ کی (امام محمد باقرؑ)
- ۱۰۵ ————— حضرت معاویہؓ کے خلاف مولانا نائل شاہ
- ۱۰۶ ————— کی فرد جرم (چار الزامات)
- ۱۰۷ ————— مورودی صاحب بھی یہی کہتے ہیں

- ۱۵۰ ————— طعن صحابہ کرام کا وہاں
تمام صحابہ جنتی ہیں (حضرت شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت مدنی،
حضرت مجدد الف ثانی، امام ابن حزم) — ۱۵۱
- ۱۵۲ ————— صحابہ کرام اور مسلک اہل سنت والجماعت — ۱۵۲
- ۱۵۳ ————— صحابہ پر طعن کرنے والا زندقہ — ۱۵۳
- ۱۵۴ ————— حضرت معاویہ پر طعن کرنے والا جہنم کا کتا — ۱۵۴
- سنی، شیعہ اور خارجی کون ہیں؟ (حضرت
مجدد صاحب سنت) — ۱۵۴
- ۱۵۵ ————— حضرت معاویہ کا دفاع — ۱۵۵
- خواب میں حضرت معاویہ کی زیارت — ۱۵۷
- دارالعلوم دیوبند کا مذکورہ بحث پر محاکمہ — ۱۵۹
- ۱۳۱ ————— جارحیت کا نمونہ — ۱۳۱
- ۱۳۵ ————— صدیق و فاروقؓ پر مولانا نائل شاہ کی تنقید — ۱۳۵
- ۱۳۷ ————— حدیث بخاری کی اہم بحث — ۱۳۷
- حضرت سعد بن عبادہ نے بھی حضرت
صدیقؓ کی بیعت کی — ۱۳۷
- ۱۳۸ ————— حضرت عمرؓ پر مولانا نائل شاہ کا افتراء — ۱۳۸
- ایک اور عجیب افتراء (ابن عباسؓ کو
عباس بنا دیا) — ۱۴۱
- خلفائے راشدین کے بارے
میں ایک اہم نکتہ — ۱۴۶
- ۱۴۷ ————— حضرت نانوتوی کا ارشاد (چار یار) — ۱۴۷
- ۱۴۸ ————— خلافت صدیقی اور مولانا نائل شاہ — ۱۴۸
- حضرت صدیقؓ اور حضرت مرتضیٰؓ کے
لیے جدا جدا پیمانے کیوں؟ — ۱۴۹

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا.

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳ جنوری ۱۹۱۳ء/ ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء) فاضل دیوبند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً پون صدی مذہب اہل سنت والجماعت کی تبلیغ و تحفظ کے لیے تجربی و تقریری طور پر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے پیش نظر کسی مخصوص فرقہ کی منتظر دید کے بجائے اہل سنت کے اجماعی عقائد و نظریات کو دلائل و براہین سے بیان کرنا تھا۔ آپ اس حوالے سے ہر طبقہ فکر کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کو نقد و جرح کے میزان میں پرکھتے اور حقیقت واضح کرتے۔ حضرت قاضی صاحب بلاشبہ دور حاضر میں بلا خوف و لومۃ لائم جرات و حق گوئی کی بہترین مثال تھے۔

(رحمة الله عليه رحمة واسعة)

سنی اکیڈمی کے قیام کی غرض حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و بیانات کو منظر عام پر لانا ہے۔ اس سلسلہ کی ”پہلی کاوش“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خدا کرے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور اکیڈمی جس کے قیام کا خواب حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات طیبہ میں دیکھا تھا اس کی حقیقی تعبیر ثابت ہو۔ حضرت

قاضی صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی اس آرزو کو اپنی مایہ ناز تصنیف ”بشارت الدارین“ میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

”اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ”سنی اکیڈمی“ بھی قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سنی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔“ (ص، ۵۳۷)

والسلام

زاہد حسین رشیدی
جامعہ اہل سنت تعلیم النساء
عقبہ مدنی جامع مسجد چکوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ۔

قریباً ۵/۳ ماہ پہلے ایک کتابچہ صفحات ۲۳ بعنوان: کھلی چٹھی بنام مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ مولفہ سید مہر حسین شاہ صاحب بخاری ساکن کامرہ ضلع انک شائع ہوا ہے۔ جو انہوں نے مجھے خود بھیجا ہے (لیکن اس کتابچہ میں تاریخ تصنیف اور پریس کا نام مجھے نہیں مل سکا۔ ایسا کیوں؟ واللہ اعلم) اس میں انہوں نے میری کتاب ”خارجی فتنہ“ حصہ اول کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف تین چار سال سے میرے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے ہیں۔ میری سابقہ تصانیف کی تعریف و تائید بھی کرتے رہے ہیں۔ اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۱ء میں انہوں نے مجھے ان الفاظ سے یاد کیا:

”مجاہد کبیر امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم۔“

مکتوب محررہ ۳ مارچ ۱۹۸۳ء میں یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ:

آپ ایک ماہنامہ کا دفتر تحریک خدام اہل سنت سے اجراء فرمادیں، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اہل سنت کے کئی مدارس سے ماہنامے نکلتے ہیں مگر وہ سنی ضروریات کو پورا نہیں کرتے۔ لہذا آپ نوکلت علی اللہ ماہنامہ اہل سنت کا اجراء فرمادیں۔“

ایک دوسرے تجویز تحریک خدام اہل سنت کے سالانہ جلسہ بمقام مرزا انک میں انہوں نے ملاقات بھی کی۔

کتاب خارجي فتنہ پر علماء کے تبصرے

الحمد للہ ”کتاب خارجي فتنہ حصہ اول“ سنی عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ سنی علمائے کرام نے اس کی تائید فرمائی ہے اور ملک کے موقر جرائد میں اس پر تائیدی

تبرے لکھے گئے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ کتابی صورت میں شائع کیے جائیں گے۔ یہاں ان کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں:

سب سے زیادہ مفصل تبصرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہم کا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں دو اہم مسئلے زیر بحث آئے ہیں۔ (۱) حضرت علیؑ قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد تھے۔ (۲) مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم (یعنی جنگ جمل و صفین) میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق و صواب پر تھے اور ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ اور سرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے اس لیے مولانا محمد یوسف صاحب موصوف اپنے تفصیلی تبصرہ میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بلاشبہ ان دونوں مسکوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے۔ الخ (ماہنامہ بینات کراچی، مئی ۱۹۸۳ء)

مولانا محمد اٹحق صاحب سندیلوی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں شعبہ دعوت و ارشاد کے صدر تھے۔ بینات کے اس تبصرے سے وہ اتنے ناراض ہوئے تھے کہ مستغنی ہو کر اس ادارہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

① ماہنامہ البلاغ کراچی (شمارہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۳ء) میں لکھتے ہیں:

زیر تبصرہ کتاب خارجیت اور ناصیبت کے فتنہ کا تریاق ہے۔ موصوف نے مولانا محمد اٹحق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک بیان کرنے کے بعد اس پر تبصرہ فرمایا ہے اور ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ اہل السنۃ

والجماعت کے نزدیک اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے اور اصحاب رسول ﷺ سے بیزاری اور ان کی مخالفت رفض و شیعیت ہے اور محبت اہل بیت کے باوجود صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔ مولانا مظہر حسین صاحب نے دو حصوں میں ان کے خیالات پر تنقید کی ہے اور پہلے حصہ میں مشاجرات صحابہ کے بارے میں اکابر علماء حق کے اقوال اور ان کے تحریری اقتباسات پیش کیے ہیں اور ہر طرح مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ یہ کتاب محض تحفظ مسلک کی خاطر تحریر کی گئی ہے۔ اس کی اشاعت سے کسی کی توہین یا دلآزاری مقصود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح اہل سنت والجماعت کے مسلک کا پابند بنائے جو افراط و تفریط سے پاک اور غلو سے ترا ہے۔ الخ

⑤ ماہنامہ الحق (اکوزہ خٹک) مارچ ۱۹۸۳ء میں تبصرہ نگار لکھتے ہیں:

دراصل خوارج فرقہ سبائیہ (جو اسلام کا سب سے پہلا فرقہ ہے جس کا بانی ابن سبا ایک یہودی نو مسلم تھا جس نے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کو ایک شیرازہ میں مجتمع کیا تھا) کی دوسری شاخ ہے اور پہلی شاخ نے اپنے کو علویہ یا شیعان علیؑ کے لقب سے مشہور کیا۔ خوارج کی تردید خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول و مذکور ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی زیر تبصرہ کتاب میں ”ماانا علیہ واصحابی“ کے اصول کے پیش نظر اصلاً خوارج اور ضمناً اہل تشیع کا زبردست نوٹس لیا ہے۔ محمود احمد عباسی اور اس کے پیروکاروں سے ٹھوس علمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان کی باقی تصنیفات کی طرح تحریر شستہ اور لہجہ متین ہے جو ہر طبقہ کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

⑥ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۸۳ء میں رقمطراز ہیں:

زیر نظر کتاب مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی (کراچی) کا مسلک اور خارجی فتنہ

میں مولانا قاضی مظہر حسین نے سند یلوی صاحب کے افکار و نظریات کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا ہے اور ان کے تمام گمراہ کن دلائل کے نیچے ادیجز کر رکھ دیے ہیں۔ قاضی صاحب کے دلائل اتنے محکم ہیں کہ کسی سلیم الطبع شخص کے لیے ان کا رد کرنا ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے جو بات لکھی ہے پورے حوالے اور دلیل کے ساتھ لکھی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ سند یلوی صاحب جس ناصیبت کے علمبردار ہیں اس کی حدیں خارجیت کے ساتھ ملتی ہیں اور یہ کہ رفض۔ خارجیت اور ناصیبت ایک ہی درخت کی تین شاخیں ہیں۔ ہم قاضی صاحب کی اس بیش بہا علمی کاوش کو بظہر تحسین دیکھتے ہیں اور تمام اہل علم سے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ کتاب ناصیبت کے سرپرگز الزہرِ زہمکن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ تمام شبہات اور دوسو سے دور ہو جاتے ہیں جو ردِ افض، خوارج اور نواصب کے زہریلے پروپیگنڈے سے بعض ذہنوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔

⑤ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ۲۸ جون ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں:

”حضرت قاضی مظہر حسین بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب ”خارجی فتنہ“ نام سے عنوان ظاہر ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد اسحاق صاحب سند یلوی کے نظریات پر بحث کی گئی ہے جو انہوں نے ایک کتاب کی صورت میں پیش کیے ہیں۔ قاضی صاحب پر اللہ رب العزت کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اعتدال کے علمبردار ہیں۔ افراط و تفریط سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں، اکابر اساتذہ، سلف صالحین کے نظریات و عقائد کے ترجمان رہے ہیں۔ مسلک اعتدال سے کسی نے لغزش کی نہیں اور قاضی صاحب تیغ براں لے کر ٹوٹے نہیں۔ خارجیت کے اثرات کا سیلاب اہل سنت میں آتے دیکھ کر قاضی صاحب نے ہل باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ہر گھر میں جو اہل سنت کا دعویدار ہے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔“

⑥ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری (خلیفہ حکیم الامت حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رضی اللہ عنہ کی یادگار میں ماہنامہ الخیر لکھنؤ سے جاری ہوا ہے اس کے شمارہ فروری ۱۹۸۳ء میں کتاب ”خارجی فتنہ حصہ اول پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:

کتاب میں مرکزی بحث اہل سنت والجماعت کے اس موقف کو مدلل و مبرہن کرنے پر کی گئی ہے (۱) حضرت علی الرضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں بلکہ صواب و خطا کا ہے اور اجتہادی خطا حق کے دائرہ میں ہی ہوتی ہے نہ کہ اس سے خارج مووردی صاحب جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر سمجھتے ہیں اور سند یلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے بھی قائل نہیں ہیں لیکن اہل حق اس افراط و تفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس موضوع پر قاضی صاحب نے قلم اٹھایا ہے وہ جمہور اہل سنت کا مختار اور راجح موقف ہے اس لیے مصنف نے عقلی اور نقلی دلائل اور اسلاف کی غیر مبہم عبارات و تصریحات کا کافی ذخیرہ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قاضی صاحب موصوف نے اہل سنت کی صحیح تصحیح ترجمانی فرمائی ہے مگر مولانا سند یلوی کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے کچھ ایسے جملے ان کے قلم سے نکل گئے ہیں جو ان کے مقام سے کمتر اور مولانا سند یلوی پر جارحانہ تنقید کے زمرے میں آتے ہیں۔ الخ

گو مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے بھی بیانات دئے تبصرہ میں یہی شکایت کی ہے کہ میرا لہجہ مولانا سند یلوی کے بارے میں سخت ہے۔ لیکن یہاں مسند لہجہ اور طرز تحریر کا نہیں بلکہ مسئلہ مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ بندہ نے مسلک حق کی ترجمانی کی ہے اور صحیح العقیدہ علمائے اہل سنت نے اس میں بندر کی تائید فرمائی ہے۔ زیر بحث کتاب ”خارجی فتنہ“ سے وہی لوگ پریشان ہوئے ہیں جو خارجی اور تاحسی تھے یا جن میں خارجیت یا تاحسیت کے کچھ نہ کچھ اثرات تھے اور اس کے برعکس وہ لوگ ناخوش ہوئے ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی عظمت کے کماحقہ قائل نہیں ہیں اور خطائے اجتہادی سے تجاوز کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عنادی خطا اور ان کے موقف کے باطل ہونے کے قائل ہیں۔

سعید آبادی کتابچہ

کتاب خارجی فتنہ کے جواب میں ایک کتابچہ صفحات ۸۰ تقریباً ۵/۴ ماہ ہوئے کراچی سے شائع ہوا ہے جس کا نام ہے: ”قاضی مظہر حسین چکوالی کے خارجی فتنہ کی اصل حقیقت“ اس کے مؤلف مولانا محمد علی^① صاحب سعید آبادی (تلمیذ حضرت سندھی) ظاہر کیے گئے ہیں یہ کتابچہ گویا کہ ایک خارجی تبرانا نامہ ہے۔ یہ چونکہ ”کھلی چٹھی“ کے بعد میں ملا ہے اس لیے اس کا جواب بعد میں لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ.

کھلی چٹھی کی حیثیت

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے کسی داعیہ سے مغلوب ہو کر میرے نام کھلی چٹھی شائع کی ہے۔ حالانکہ علمائے کرام نے بندہ کے پیش کردہ موقف کو مسلک اہل سنت و الجماعت کی صحیح ترجمانی قرار دیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف غالباً کوئی سند یافتہ عالم نہیں ہیں البتہ ان کو مولانا لعل شاہ صاحب بخاری مصنف ”استخلاف یزید“ سے بہت زیادہ عقیدت ہے۔ چنانچہ کتاب: ”خصائص نسائی فی مناقب مرتضوی“ میں عرض ناشر کے تحت روایت صبیحہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

① یہ مولانا محمد علی سعید آبادی کون ہیں؟ یہ ایسی غیر معروف شخصیت ہیں کہ قبل ازیں کراچی کے احباب کو بھی ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ ہی اس سے پہلے ان کی کسی چھوٹی بڑی تصنیف کا ذکر ملا ہے۔ اب انہی دنوں میں اچانک ان کی وفات کی خبر ملی ہے۔ چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۶ اپریل ۱۹۸۴ء مطابق ۳ رجب ۱۴۰۳ھ میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے: ”کراچی ۵ اپریل، مشہور انقلابی عالم مولانا عبید اللہ سندھی کے شاگرد مولانا محمد علی سعید آبادی جو عرصہ دراز سے تبوک سعودی عرب میں مقیم تھے اور آج کل پاکستان آئے ہوئے تھے انتقال کر گئے۔ کل ان کی یاد میں ایک قرآنی مجلس شریف مگر کراچی میں منعقد ہوگی۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔“ غالب خیال یہی ہے کہ ”کتابچہ اصل حقیقت“ کے مؤلف کوئی اور صاحب ہیں۔ مولانا سعید آبادی کا نام استعمال کیا گیا ہے واللہ اعلم.

ادھر سیدی و مرشدی فقیہ الامت ترجمان اہل سنت حضرت علامہ سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی نے نامحود عباسی یزیدی کی رسوائے زمانہ اور مجموعہ خرافات کتاب کا مکمل مفصل مدلل تحقیقی رد کیا اور نادرہ عصر تالیف ”اختلاف یزید“ تحریر فرمائی۔ راقم آٹھم کو حضرت بخاری مدظلہ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ ہے فطرتاً و ناصبتاً میرا بھی محبوب موضوع بن گیا۔ اسی وجہ اور جذبہ سے مجلس تحفظ ناموس اہل بیت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ الخ

چونکہ مولانا لعل شاہ بخاری نے اپنی ضخیم کتاب ”اختلاف یزید“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس انداز سے تنقید کی ہے کہ ان کی دینی عظمت مجروح ہوتی ہے۔ اس لیے بندہ نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۲۴ تا ۴۳۶ میں ان کی کتاب ”اختلاف یزید“ کی پیش عبارات پر تنقید کی۔ اور ص ۴۲۸ کے حاشیہ پر یہ بھی لکھ دیا کہ:

یزید کی تکفیر میں اہل السنۃ، و الجماعت میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اس کے فسق پر اتفاق ہے لیکن اس سلسلے میں مولانا لعل شاہ بخاری نے جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف طعن بنایا ہے۔ ان کے جن فضائل کے اکابر اہل سنت قائل ہیں ان پر بھی جرح کی ہے اور ترتیب وار ان نے منکرات کو تفصیلاً پیش کیا ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی تنقیص کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ الخ

چونکہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب مولانا بخاری کی عقیدت و محبت سے مغلوب ہیں اس لیے وہ میری اس تنقید پر ناراض ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خارجی فتنہ حصہ اول کی اشاعت کے بعد مجھے ایک خط بھی لکھا تھا (جبکہ ہمارا جماعتی جلسہ بمقام مرزا (انک) منعقد ہونے والا تھا) جس میں انہوں نے مولانا لعل شاہ صاحب سے میری بات چیت کرانے کی تجویز پیش کی تھی جس پر میں نے اپنے جوابی مکتوب محررہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ میں ان کو لکھا تھا کہ:

آپ نے اس خط میں بمقام مرزا (انک) ۳۰ مارچ کے جلسہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: میرا ارادہ ہے کہ حضرت مولانا سید لعل شاہ بخاری مدظلہم اور آپ کی

ملاقات ہو جائے۔ اگر آپ دونوں حضرات بیٹھ کر افہام تفہیم سے مسئلہ حل کر لیں تو اہل سنت کے لیے بہت فائدہ ہوگا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف کی سات سو صفحات سے زائد کتاب: ”استخلاف یزید“ ہے جس میں انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور اس سے بندہ مطمئن نہیں ہے۔ چنانچہ خارجی فتنہ حصہ اول میں بھی اس کے متعلق کچھ لکھ دیا ہے۔ اب اتنی ضخیم کتاب کے مباحث کے سلسلہ میں فہم و تفہیم کیسے ہوگی اور کتنا وقت لگے گا۔ شاہ صاحب نے جن علماء کے خلاف کیس دائر کیا ہوا ہے کیا آپ نے فریقین کے مابین فہم و تفہیم کا راستہ کھول لیا ہے۔ آپ مجھ سے یہ بھی فرما سکتے تھے کہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی اور آپ (خادم اہل سنت) کے درمیان فہم و تفہیم کا انتظام کر لیتا ہوں۔ شاہ صاحب نے جب بڑوں کو نہیں بخشا تو بندہ تو نہ ایسا علم رکھتا ہے نہ عمل۔ اگر آپ ”استخلاف یزید“ کو اس پہلو سے دیکھتے کہ کیا اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی سنی قاری کے دل میں حضرت امیر معاویہ کی عظمت بحیثیت ایک جلیل القدر صحابی کے رہتی ہے یا نہیں تو آپ اس کتاب کی عظمت کے قائل نہ ہوتے۔ آپ نے اس کتاب کی تائید میں مولوی سیاح الدین صاحب کا کاخیلی کی تحریر کا عکس بھی مجھے بھیجا تھا حالانکہ وہ باوجود حضرت مدنی قدس سرہ کے عقیدت مند ہونے کے دعویٰ کے ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بھی بڑے معتقد ہیں۔ ان کی تفسیر تفہیم القرآن ① پر

① مولوی سیاح الدین صاحب لکھتے ہیں: دراصل حضرت مولانا مودودی صاحب مدظلہ العالی دامت برکاتہم کے دوسرے تجدیدی کارناموں کی طرح یہ بھی ان کا ایک تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے فروری ۱۹۴۲ء سے اس تفسیر کا آغاز فرمایا جو آج تیس سال کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔ ”فہم روزہ آئین لاہور تفہیم القرآن نمبر ص ۱۰۴۔ (ب) نیز کا کاخیلی صاحب لکھتے ہیں: چونکہ صاحب تفہیم القرآن کی اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کی عملی تفسیر ثابت ہوئی ہے اس لیے ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے جو ہمیشہ باعمل داعیوں کے کلام میں ہوتی ہے“ (ایضاً ص ۱۰۷) خدا کرے مولوی مہر حسین شاہ صاحب اب بھی کچھ سمجھ جائیں کہ مولانا سیاح الدین نے ”استخلاف یزید“ کی کیوں تائید کی ہے؟

ان کی تقریظ شائع ہو چکی ہے۔ مودودی صاحب نے ”خلافت و طوکت“ میں جو کچھ تنقیدی حیثیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے اس سے کچھ زیادہ ہی شاہ صاحب بخاری نے لکھا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت معاویہ کے فضائل بھی تسلیم کیے ہیں۔ الخ

اس خط میں بندہ نے فضائل معاویہ کے تحت بھی ”استخفاف یزید“ کی عبارتیں پیش کی تھیں اور ایسی عبارتیں بھی پیش کی تھیں جن میں معائب معاویہ رضی اللہ عنہ مذکور ہیں اور آخر میں لکھا تھا کہ:

مولوی مہر حسین شاہ صاحب! آپ شیعوں کی خرافات کو روتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ حضرت معاویہ کے خلاف یہ مواد شیعوں کو کہاں سے ملتا ہے؟ آپ حضرت معاویہ کے بجائے شاہ صاحب کا دفاع کرتے ہیں یا تو حضرت معاویہ کے متعلق مجتہد اور رفیع الشان صحابی کا اعتقاد نہ رکھنا چاہیے یا ان کی عظمت کے تنہی کے لیے اجتہادوی خطا سے تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول میں اسی بات کی کوشش کی ہے۔ اگر کہیں کچھ الفاظ موہم نظر آتے ہیں تو وہ مولانا سندیلوی پر الزام ہیں۔ والسلام

کھلی چٹھی کے اعتراضات کا جواب

مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری ص ۲ پر لکھتے ہیں:

مولانا قاضی صاحب مدظلہ کا ہدف تنقید تو ناہی فتنے کے رکن رکن سندیلوی۔ صاحب ہیں مگر درمیان میں تقریباً ایک درجن صفحات پر رئیس محققین حضرت علامہ سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہم پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔ مولانا قاضی صاحب نے ردِ رفض میں خوب کام کیا ہے اور بحمد اللہ ابھی اسی آب و تاب سے جاری ہے لہذا بندہ کو ان سے طبعی لگاؤ ہے خدا کرے ان کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری

رہے۔ آمین ثم آمین..... مولانا قاضی صاحب سے اتنی گہری عقیدت ہونے کے باوجود یہ سطور اس لیے زیر قلم لا رہا ہوں کہ کچھ لوگوں کو قاضی صاحب کی تحریر سے مولانا بخاری مدظلہ کے متعلق شکوک پیدا نہ ہو جائیں۔ مولانا قاضی صاحب نے مولانا بخاری صاحب پر تین اعتراض وارد کیے ہیں۔ ذیل میں اکابرین کی تحریروں کی روشنی میں اور مولانا قاضی صاحب مدظلہ کی کتاب ”خارجی فتنہ“ کی روشنی میں علمی حل پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے مولانا قاضی صاحب کی حق پسند طبیعت قبول فرمائے گی۔ اللہ پاک تمام مسلمانوں کو حق کہنے۔ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

کتاب خارجی فتنہ حصہ اول پر ”مولانا لعل شاہ بخاری“ کا عنوان قائم کر کے ارقام فرماتے ہیں:

”استخلاف یزید“ سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب موصوف کا مطالعہ وسیع ہے۔ متعدد کتابوں کے انبار لگا دیئے ہیں لیکن وہ بھی راہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ وہ حسن ظن نہیں رہتا جو حضور ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:

اعتراض ①

”جمہور اہل سنت کا دوسرا قول“ کے عنوان کے تحت (مولانا بخاری) لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر تھے یہ خطا ان کی عنادی تھی اور دور خلافت علیؓ میں وہ منکب جا رہے تھے“ (استخلاف یزید ص ۱۸۰)

اس کے بعد مولوی مہر حسین شاہ صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

پہلی عرض یہ ہے کہ یہ قول خود مولانا بخاری کا نہیں ہے بلکہ جمہور اہل سنت کا قول ہے اس پر مولانا بخاری مدظلہم نے مستند کتب اہل سنت سے کم از کم بیس حوالے رقم کیے ہیں۔

اور پھر شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں:

محترم قاضی صاحب اگر ساری دنیا انکار کر دے مگر آپ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے خود اپنی کتاب ”خارجی فتنہ“ کے صفحات نمبر ۱۰۱، ۳۶۸، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۶ پر حضرت معاویہؓ کو امام وقت سے بغاوت کرنے والا لکھا ہے۔ اور یہی بات ص ۳۸۳ پر آپ نے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کے حوالہ سے لکھی ہے علاوہ ازیں آپ نے درج ذیل صفحات میں حضرت معاویہؓ پر باغی کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں صفحات نمبر ۱۹۶، ۳۳۵، ۳۵۳، ۳۷۹،

۳۱۸، ۳۷۸، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۶، ۵۰۲، ۵۱۳، ۵۹۵ اور ص ۶۰۳ (ع ۶)

اجواب: میں نے اپنی کتاب ”خارجی فتنہ حصہ اول“ میں مشاجرات صحابہ (جنگ جمل و حنین) کے مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اور اس میں مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کے اس موقف کی تردید کی ہے کہ حضرت علیؓ سے قتال کرنے میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا بھی نہیں ہوئی بلکہ ان کی رائے کو حضرت علیؓ کی رائے سے صحیح مانتے ہیں اور ان کے موقف کو بہ نسبت حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما اقرب الی الحق مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بندہ نے اکابر علمائے اہل سنت کی وہ عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت معاویہؓ کو باغی وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ ان عبارتوں کے ذریعہ بندہ نے مولانا سندیلوی کو متنبہ کیا ہے کہ آپ تو حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا بھی نہیں مانتے جو گناہ بھی نہیں اور اس میں بھی حسب حدیث ایک اجر ملتا ہے حالانکہ بعض اکابر نے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں باغی اور جائز وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔

اسی بنا پر میں نے اپنے مکتوب^① (محررہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۳ء) کے آخر میں مولوی مہر

حسین شاہ صاحب کو لکھ دیا تھا کہ:

”اگر کہیں کچھ الفاظ موہم ہیں تو وہ مولانا سندیلوی پر الزام ہیں۔“

① اس مکتوب کی عبارت گزشتہ طور میں درج کی جا چکی ہے پھر دیکھ لیں۔

② شاہ صاحب موصوف نے خارجی فتنہ حصہ اول کے ان صفحات کی نشاندہی کی ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بغاوت، جور، نافرمانی اور گناہ باطل وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے کہ میں نے ان کی مراد بھی واضح کر دی تھی۔ چنانچہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے ص ۶ پر ص نمبر ۱۰۱ کا حوالہ پہلے درج کیا ہے۔ جس میں بندہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی کتاب ازالۃ الخفاء جلد دوم فصل ہفتم ص ۳۷۱ و ۳۷۲ کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں آپ نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی نقل فرمائی ہے اور اس کا مصداق حضرت معاویہ کی خلافت کو قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ خلافت امام وقت سے بغاوت کے بعد منعقد ہوگی الخ اس کے بعد میں نے محمود احمد عباسی پر اتمام حجت کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:

مندرجہ عبارت میں حضرت محدث دہلوی نے جو بغاوت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے مراد صورتاً بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے البتہ آپ سے اس اجتہاد میں خطا ہوگئی۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

معاویہ مجتہد کھلی معذور بود (ازالۃ الخفاء فارسی جلد دوم ص ۲۸۰) یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اس خطا میں معذور تھے الخ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۱۰۱)۔

③ شاہ صاحب نے ص ۴ پر میری یہ عبارت پیش کی ہے:

صاحب ہدایہ امام علی بن ابی بکر رضی اللہ عنہ متوفی ۵۹۳ء لکھتے ہیں: پھر سلطان جائز سے عہدہ قبول کر لینا جائز ہے جیسا کہ سلطان عادل سے قبول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عہدہ قبول کیا تھا حالانکہ اپنی خلافت کے دور میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔“ صاحب ہدایہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق و صواب پر ماننے کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سلطان جائز قرار دیا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۹۹)

اس عبارت کے پیش نظر شاہ صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے بھی یہی عبارت ہدایہ کی پیش کی ہے جو تم نے مولانا سندیلوی کے خلاف پیش کی ہے لیکن باوجود اس کے تم نے اس عبارت کی بنا پر بخاری صاحب پر اعتراض کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے صاحب ہدایہ کی عبارت پیش کرنے کے بعد اس کی توجیہ بھی عرض کر دی تھی اور یہ لکھا کہ:

مولانا سندیلوی تو بہت آگے جا چکے ہیں ورنہ جہاں کہیں محققین اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی یا جائز لکھا ہے تو اس سے مراد صورتاً جو ردِ بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً کیونکہ انہوں نے مشاجرات میں جو کچھ کیا ہے بغرض دین کیا ہے۔ البتہ ان سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ارشاد فرماتے ہیں:

وآنچه در عبارت بعضی از فقہاء لفظ جور در حق معاویہ رضی اللہ عنہ واقع شدہ است وگفتگان معاویہ اماماً جائزاً مراد از جور عدم حقیقتِ خلافت او در زمان خلافت حضرت امیر رضی اللہ عنہ خواهد بود نہ جور یکہ مآلش فسق و ضلالت است تاہ احوال اہل سنت موافق باشد مع ذلک ارباب استقامت از الفاظ موہمہ خلافت مقصود اجتناب می نمائندہ و زیادہ بر خطا تجویز نمی کنند۔ (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۵۱) (ترجمہ) اور بعض فقہاء کی عبارتوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں لفظ جور واقع ہوا ہے تو وہاں جور سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حق پر نہ تھے نہ کہ وہ جور جس کا نتیجہ فسق و ضلالت ہے اور اصحاب استقامت اس قسم کے الفاظ کے استعمال سے بھی اجتناب کرتے ہیں جن سے اصل مقصود کے خلاف وہم پیدا ہوتا ہے۔ وہ خطا سے زیادہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی لفظ تجویز نہیں کرتے۔

علاوہ ازیں عنایۃ شرح ہدایہ میں بھی ہدایہ کی مذکورہ زیر بحث عبارت کی یہی مراد

بیان کی گئی ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا مسلک ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ گو حق کے مقابلے میں باطل ہوتا ہے لیکن حضرت معاویہؓ کے لیے باطل کا لفظ نہیں استعمال کیا جاتا کیونکہ آپ کا اختلاف اجتہاد پر ہے، سا اور جو قول اجتہاد پر مبنی ہوا ہے باطل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تنقیص و تفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور سند یلوی صاحب ان کے حق میں افراط و غلو کی طرف چلے گئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں علمی خیانتوں کے ارتکاب سے بھی باز نہیں آتے لیکن اہل حق کا مسلک افراط و تفریط کے درمیان بالکل اعتدال پر مبنی ہے۔“ (فارسی فقہ حصر اہل ص ۴۲۳)

مولوی مہر حسین شاہ صاحب! آپ پر لازم تھا کہ جو اور بغاوت وغیرہ الفاظ پر مشتمل عبارتوں کا حوالہ دینے کے ساتھ میری پیش کردہ توجیہات بھی پیش کر دیتے تاکہ ناظرین حقیقتِ حال سے واقف ہو جاتے۔ کیا امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی توجیہ آپ کے لیے حجت نہیں ہے۔ کیا آپ رحمۃ اللعالمین رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کا تحفظ نہیں چاہتے اور مذکورہ پیش کردہ توجیہ کے بعد امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی کی اس عبارت میں بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا جو میں نے خارجی فقہ ص ۴۸۴ پر درج کی ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابتداءً تو باغی تھے مگر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح و بیعت کے بعد بلاشبہ وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

اور مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا یہ اعتراض کا عدم ہو جاتا ہے کہ:

”میں مولانا قاضی صاحب کی خدمت عالیہ میں عرض کروں گا کہ ناپ تول کے دو دو پیمانے نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک مولانا عبدالشکور لکھنؤی کے لیے اور دوسرا مولانا لعل شاہ بخاری کے لیے“ (کھلی چٹھی ص ۵)

پیمانہ تو ایک ہی ہے لیکن آپ کو دو نظر آئیں تو قصور کس کا ہے؟ کیا امام اہل سنت

مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا کو عنادی کہا ہے؟ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ مولانا بخاری نے تو جمہور اہل سنت کا یہ قول پیش کیا ہے، ”مگر بخاری صاحب نے اس کی تائید کی ہے نہ کہ تغلیط اور یہ بھی غلط ہے کہ جمہور اہل سنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عنادی کہتے ہیں۔ اگر عنادی ہونے کا قول جمہور اہل سنت کی طرف منسوب ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے؟“

مولانا بخاری اور خادم اہل سنت کے مسلک کا فرق
مولانا اعلیٰ شاہ بخاری لکھتے ہیں:

جمہور اہل سنت کا پہلا قول کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ الحق المصیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انھیں المعذور تھے) راجح سمجھ جانے لگے مگر قوت دلائل کے لحاظ سے دوسرا قول بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے، کیونکہ سبھی صحابہ اپنے اپنے زعم میں حق کو شہ تھے اور فریق ثانی کو باطل پر سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت لا تقوم الساعة حتی تقتل فتنان دعواهما واجد (ص ۵۰۹ ج ۱) کے حاشیہ میں حضرت مولانا احمد علی محمد ث سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں ای تدعی کل واحدة انها علی الحق وخصمهما مبطل یعنی ہر گروہ مدعی ہوگا کہ میں حق پر ہوں اور میرا مقابل باطل پر ہے۔“ اور جمہور اہل سنت کے نظریہ کے مطابق جب طے ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ الحق المصیب ہیں تو یہ امر مستلزم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بالمقابل محارب گروہ باطل پر ہو کیونکہ حق کے بالمقابل باطل کا کلمہ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ویحق اللہ الحق ویبطل الباطل الایة سے ظاہر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

وحدیث الباب الثابت الصحیح ان عماراً تقتله الفتنۃ الباغیۃ قد دل
اکمل وجه دلالة علی من یدہ الحق ومن هو مقابله انک حق وهم
الباطل (السراج الوہاج ص ۷۱۷)۔ (اتحلاف بزیئ ص ۱۸۹)

تبصرہ

اہل سنت کے مذکورہ دو قولوں میں سے مولانا لعل شاہ موصوف اس قول کو دلائل کے لحاظ سے راجح قرار دیتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہما حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما باطل پر تھے۔ اور پھر حق و باطل کے سلسلہ میں قرآن مجید کی وہ آیت پیش کرتے ہیں جس کا تعلق غزوہ بدر سے ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کو حق پر اور کفار قریش (ابوجہل کی پارٹی) کو باطل پر قرار دیا ہے اور بخاری صاحب کو اتنا بھی احساس نہیں ہوا کہ یہاں کفار کو اہل باطل قرار دیا گیا ہے اور باطل سے مراد کفر ہے حالانکہ جن عبارات میں بعض علماء نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو باطل پر قرار دیا ہے اس سے مراد کفر نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے جنگ کرنے والا گروہ بھی مومن ہے نہ کہ کافر اور خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنِ بَغْتًا
 إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ
 فَإِنِ قَاءَتْ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
 الْمُقْسِطِينَ۔ (سورۃ الحجرات، رکوع اول)

اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرادو۔ پھر اگر چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر۔ پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کرادو ان میں برابر اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے۔ (ترجمہ شیخ البند)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا

جائے۔ الخ.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ ان کے اس مرکزی منصبِ خلافت راشدہ کو تسلیم کرنے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی ہی قرار دیا جائے گا لیکن یہاں فریقِ ثانی میں چونکہ جلیل القدر صحابہ کرام ہیں جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اس لیے شرفِ صحابیت کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی اور عنادی مخالفت نہ تھی۔ انہوں نے اپنے اجتہاد کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا۔ لیکن اس سبب سے اجتہادی خطا ہوگئی اس لیے ان کو حقیقتاً باغی نہیں کہہ سکتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیتے تھے۔ اس لیے منازعت کو ختم کرنے کے لیے ثالثی قبول کی ورنہ اگر آپ ان حضرات کو حقیقتاً باغی اور اہل باطل سمجھتے تو حسب ارشادِ ربانی آپ پر لازم تھا کہ جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت آپ کی اطاعت نہ کرتی آپ جنگ کرتے رہتے۔ اسی بنا پر میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں کئی مقامات پر اس بات کی سرخ کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بغاوت صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انعقادِ خلافت کے مختلف طریقوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے خلیفہ سے بغاوت کی دو صورتوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دوسری صورت کی تجویز کے تحت لکھتے ہیں کہ:

اگر تاویلِ قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہوگا مگر قرنِ اول میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہدِ خطی کا ہوتا ہے کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ لیکن جبکہ (خلیفہ وقت سے) بغاوت کرنے کی ممانعت کی مشہور حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ میں وارد ہو چکی ہیں اور امت کا اجماع بھی اس پر منعقد ہو چکا ہے۔ لہذا اب اگر کوئی بغاوت کرے تو آج ہم اس باغی کے عاصی ہونے کا حکم دیتے ہیں۔

(زلزلۃ الخفاء جلد اول ترجمہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالککور صاحب کسٹنٹی)

⑤ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۵۶ پر بعنوان ”حکمین خطا کریں گے۔“ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت پیش کی ہے جس میں آپ نے حدیث نبوی سے یہ ثابت کیا ہے کہ حکمین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ کرنے میں خطا کریں گے۔ حدیث کے الفاظ تو حکمین کے متعلق یہ ہیں کہ: ”ضلا و ضل من اتبعهما“ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی یہاں لفظ ضلالت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مراد از ضلالت آنست کہ خطا کردہ اندر اجتهاد خود لفظ ضلالت سے مراد یہ

ہے کہ ان دونوں مثالوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے۔“

چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالیقین قرآن کے چوتھے موعود خلیفہ راشد ہیں۔ اس لیے ان کو معزول کرنا بظاہر قرآن کی مخالفت ہے۔ مولانا محمد آصف سندیلوی چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حکمین کی خطائے اجتہادی بھی نہیں مانتے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا وہ جائز قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ:

سندیلوی صاحب کا زیر بحث مسئلہ میں یہ کہنا کہ: نصب و عزل امام کا مسئلہ اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے الخ (اظہار حقیقت ص ۳۸۱) بالکل غلط ہے کیونکہ حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد ان کو معزول کرنا اختلافی اور اجتہادی مسئلہ نہیں رہتا بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ (ص ۳۵۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا خلاف قرآن اس لیے میں نے لکھا ہے کہ سندیلوی صاحب مثل خلفائے ثلاثہ کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہونا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب ان کے لیے یہ نظریہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ نص کے بعد اجتہاد کی

منجائش نہیں رہتی۔ البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حکمین یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ یا دوسرے صحابہؓ ان کے لیے یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔ کیونکہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف اور آیت حکمین کا مصداق حضرت علی المرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۲ پر بھی لکھ دیا ہے کہ:

یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں اس قسم کے اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت تو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے خلیفہ راشد ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے میں نے لکھ دیا تھا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں۔ کیونکہ آیت وحدیث میں خلفائے اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرام نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کر لیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت کے ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوص میں شبہ نہیں کر سکتے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہو گیا تھا اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی از روئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کار ثواب پر ملامت کیونکر کی جاسکتی ہے۔ الخ

(خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۲۲)

فرمائیے! اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت یقین ہو جاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے معزول ہونے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ ہرگز نہیں وہ معذور تھے۔ لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لیے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی بنا پر امام غزالیؒ خلفائے اربعہ کو بالترتیب امام حق

ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم جلد اول کی عبارت کتاب ہذا ص ۳۲۱ پر پیش کی جا چکی ہے) تو اب زیر بحث مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کا یہی موقف صحیح قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خلیفہ راشد و موعود کے ساتھ جنگ و قتال کرنے میں خطا ہو گئی تھی۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ تنقیص ہے اور نہ بے ادبی الخ میں نے جہاں کہیں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے محققین اہل سنت کی ایسی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن میں جور، باطل اور بغاوت وغیرہ کے الفاظ ہیں تو وہاں میں نے یہ توجیہ بھی پیش کر دی ہے کہ یہ صورتا ہے نہ کہ حقیقتاً کیونکہ آپ مجتہد تھے اور آپ سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے۔ حضرات حکمین کے لیے بھی بندہ نے جو یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

یہ دونوں فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے۔ (ص ۳۵۵)

اور ص ۳۵۸ پر لکھا ہے:

یہ دونوں فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا حکم خداوندی کے خلاف قرار پاتا ہے۔ (ص ۳۵۸)

تو یہاں نافرمانی، گناہ وغیرہ سے مراد صورتا ہے نہ کہ حقیقتاً۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر میں نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور اجتہادی اختلاف حق و باطل پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ حق کے دائرہ میں ہی صواب و خطا پر مبنی ہوتا ہے۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب کی تنقید تو اس قسم کی ہے کہ قرآن کے الفاظ لا تقربوا الصلوٰۃ کو تو یاد رکھا جائے اور وانتم سُکریٰ سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا نہ کہ عنادی

اہل سنت والجماعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اختلاف کو اجتہادی کہتے ہیں۔
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی ذاتی عناد نہ تھا اور نہ محض اپنے ذاتی وقار کے لیے۔
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منازعت کی تھی۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب آپ کے
 خلاف کو عناد و عنادیت پر محمول کرتے ہیں۔ چنانچہ ”جمہور اہل سنت کا دوسرا قول“ کے
 ان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی
 عنادی تھی اور دو برخلافت علی رضی اللہ عنہ میں وہ مملک جائز تھے۔

اور جو عبارات بخاری صاحب موصوف نے اس قول لکھی ہیں جن میں جو
 باطل وغیرہ الفاظ ہیں تو اس کے متعلق پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ اس سے حقیقتاً جو باطل
 مراد نہیں ہے۔ اسی طرح فسق بھی صوراً مراد ہے نہ کہ حقیقتاً۔ چہ نچہ حضرت آدم علیہ السلام
 کے متعلق قرآن میں تصریح ہے:

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (پارہ ۱۶ سورۃ ط آیت ۱۲۱، رکوع ۷)۔

اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ (ترجمہ حدیث تھانوی)۔

آیت میں حضرت آدم کی طرف عصیان (نافرمانی اور غواہت) (گمراہی) کی نسبت
 کی گئی ہے۔ لیکن مراد اس سے صوراً نافرمانی اور گمراہی ہے نہ کہ حقیقتاً۔ اس کی بحث بندہ
 نے خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۰۱ میں بھی لکھی ہے اور علمی محاسبہ میں مسئلہ عصمت انبیاء پر
 مفصل بحث مذکور ہے وہاں مطالعہ کر لیں۔

خطائے عنادی کو اجتہادی نہیں کہہ سکتے

مولانا لعل شاہ صاحب نے اہل سنت کے دوسرے قول (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
 کی خطا عنادی تھی) کی تاویل کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ:

اس مقاتلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقت باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پانہ سکے۔ (استحاف یزید ص ۱۸۹)

یہ علم و فہم کے معیار پر بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے دوسرے قول کے تحت ان کی خطا کو عنادی قرار دے دیا تو حق کا قصد ہی کہاں رہا۔ حق کو پالینے کا قصد تو خلوص پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ عناد اور ہوائے نفس پر۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کو تسلیم کر لیں۔ اگر یہ کہیں کہ انہوں نے حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا لیکن حق کو پانہ سکے یعنی خطا ہو گئی تو پھر نظائے عنادی کے قول کو رد کر دیں۔ اور اگر عنادی خطا کے قول کو اہل سنت کا قول تسلیم کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہیں کہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا کیونکہ حق کا قصد کرنے کے باوجود خطا ہو جائے تو اس کو عنادی خطا نہیں کہہ سکتے۔ کیا عناد اور قصد حق دونوں جمع ہو سکتے ہیں؟ اگر بخاری صاحب اتحیح صحیح کی جدول بھلیوں سے اجتناب کر کے جمہور اہل سنت کا قول تسلیم کر لیتے کہ حضرت معاویہ سے اس اجتہاد میں خطا ہو گئی تھی اور آپ حقیقتاً باطل پر نہ تھے تو اتنی دور از کار ناقابل تسلیم تاویل کی ضرورت نہ پڑتی۔

کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب عبرت حاصل کریں گے؟

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

مخاربات کہ در میان ایشاں واقع شدہ بر محامل نیک صرف باید کرد و از ہوا و تعصب دور باید دانست زیرا کہ آں مخالفت منی بر اجتہاد و تاویل بودہ نہ بر ہوا و ہوس چنانچہ جمہور اہل سنت بر اندالغ (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۳۹) صحابہ کرام کے درمیان جو جنگیں واقع ہوئی ہیں ان کو نیک نیتی پر محمول کرنا اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور رکھنا چاہیے اس لیے کہ وہ مخالفین اجتہاد اور (شرعی) تاویل پر

جی تھیں نہ کہ خواہش و ہوس نفسانی پر۔

اسی مقام پر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد شارح مواقف کی عبارت پر بحث گرفت کی ہے۔

(ب) نیز حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اختلاف نے کہ درمیان اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات واقع شدہ نواز ہوائے نفسانی بود چہ نفوس شریفہ ایشاں تزکیہ یافت بودند واز امارگی باطمینان رسیدہ۔ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود بلکہ آں اختلاف مبنی بر اجتهاد بود و اعلائے حق۔ پس مخلقی ایشاں نیز درجہ واحدہ دارد و مصیب را خود دو درجہ است۔ پس زبان را از جفائے ایشاں باز باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۸۰) ”اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء و سلم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفوس کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئن ہو گئے تھے۔ ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی بلکہ وہ اختلاف اجتهاد اور اعلائے حق پر مبنی تھا۔ ان میں سے جس سے اجتهادی خطا صادر ہوئی ہے وہ بھی ایک درجہ ثواب رکھتا ہے اور جس کا اجتهاد صحیح ہوگا اس کے لیے دو درجہ ثواب ہے پس ان کی جفا سے زبان کو روکنا چاہیے اور سب کا ذکر نیکی سے کرنا چاہیے۔“

مشاجرات صحابہ رضمآء بینہم کے خلاف نہیں (حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاجرات صحابہ کو آیت رضمآء بینہم (صحابہ آپس میں مہربان ہیں) کے خلاف سمجھتے ہوئے اپنا یہ خیال پیش کیا تھا کہ جنگ جمل و صفین واقع نہیں ہوئیں، تو اس کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا تھا کہ:

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اس قسم کے جنگ کے خلاف نہیں ہے۔ کیا شفقت اور رحمت باعث جنگ نہیں ہو سکتی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام میں کس قدر اختلاف ہوا۔ کیا وہ دشمنی سے تھا۔ باپ بیٹوں میں زد و کوب کے واقعات کیا محبت اور رحمت سے نہیں ہوتے۔ کیا رحمۃ للعالمین کے جہادات کو رحمت سے علاقہ نہ تھا۔ کیا جراح اور ڈاکٹر کا نشتر لگانا اور مریض کو تکلیف دینا مظاہرِ رحمت سے نہیں۔ اجتہادی غلطی میں اگر غور فرمائیں تو عموماً مظاہرِ رحمت ہی محسوس ہوگا۔ واللہ اعلم..... بہر حال سمجھ میں نہیں آتا کہ متواترات کا انکار کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔

۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ دیوبند (مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۳۲۶ مکتوب نمبر ۱۳۲)۔

فتاویٰ عزیزی کی عبارت

مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مولانا شاہ عبدالعزیز اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور حق میں جاویہ کے جنہوں نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی علمائے اہل سنت کو اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر اور اکثر مفسرین اور فقہاء اس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور اہل حدیث نے روایات صحیحہ سے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکت خواہش نفسانی کی وجہ سے تھی پس انتہا یہ ہے کہ باغی اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔ والفاسق لیس باہل اللعن یعنی فاسق سزاوار لعنت کا نہیں۔ الخ

(فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ص ۲۲۵)۔ (استحلاف یزدی ص ۱۸۷)

اور مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہی عبارت اپنی کھلی چٹھی ص ۶ پر نقل کی ہے

الجواب: ① حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد پہلے نقل کیا گیا ہے کہ:

”اصحاب رسول ﷺ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ خواہش نفسانی کی

وجہ سے نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئن ہو گئے تھے۔“ الخ

اور آیت ویز کیہم کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کا تزکیہ کرتے ہیں۔

(ب) اجتہادی خطاء میں نفسانیت کا دخل نہیں ہوتا اور نہ اس پر ایک اجر کیو کر مل سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کے قائل ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی آپ کے کامل جانشین ہیں۔ آپ کی تحقیق ان کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ”ازالۃ الخفاء“ کی بڑی تحسین و تائید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اور جس کسی کو یہ منظور ہو کہ ان استدلالوں کی تفصیل دیکھوں اور اس بحث کی تکمیل کروں اور ان کے جواب اور استدلالات کہ بہت سی آیتوں کے ساتھ اس مطلب میں واقع ہیں دیکھوں تو کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء کو دیکھے کہ اس مقدمے میں کلام حد کو پہنچا دیا ہے اور کتاب اللہ کے معانی کے پردہ نشینوں کو خلعت ظہور کا پہنا دیا ہے کہ اس کے مصنف کی خوبی واسطے اللہ کے ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۳۶۷)

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز نقشبندی مجددی سلسلہ کے شیخ طریقت اور شیخ المشائخ ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کا قول تو جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث مسلک اہل سنت کے ترجمان اور محافظ ہیں۔ اگر روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوتی تو پھر اکثر مفسرین اور فقہاء اس کے خلاف کیوں کیوں مسلک اختیار کرتے؟

حضرت مدنی رضی اللہ عنہما کا ارشاد

سورۃ فتح کی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكُفًا سَاجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا "محمد" رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ تو دیکھیے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں۔ ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

اور گویہ آیات اصحاب بیعت رضوان کے محل میں نازل ہوئی ہیں جن کی تعداد چودہ یا پندرہ سوتھی۔ جو عمرہ کے لیے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے ہمراہ گئے تھے۔ لیکن والذین معہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ جو دوسرے اصحاب آنحضرت ﷺ کی معیت و صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ان کو بھی درجہ بدرجہ یہ صفات نصیب ہوئی تھیں اور وہ سب اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اسی آیت معیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

خیال فرمائیے کہ یہ مقبضین اللہ تعالیٰ نے بلفظ والذین معہ ذکر فرمائی ہیں کہ جو حسب قاعدہ اصولیہ استغراق پر دلالت کرتا ہے اور حسب قاعدہ معانیہ تمام ساتھیوں کو شامل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ساتھی جناب رسول ﷺ کے ان صفات کے جامع ہیں اور یہی مفہوم تمام اہل السنۃ والجماعت سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزیہ اور توثیق فرما رہے ہیں۔ کسی پر جرح اور تنقید کرنا جائز نہیں سمجھتے اور اس کے لیے ان کی مقدس زندگی اور اللہ تعالیٰ کی انتہائی ثنا اور صفت کو شاہد عدل قرار دیتے ہیں۔

(موردی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۶۷ ناشر مکتبہ عثمانیہ ہرنولی۔ میانوالی)

جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس اختلاف کا نفسانیت پر مبنی ہونا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔

لہذا فتاویٰ عزیزی کی مذکورہ زیر بحث عبارت الحاقی سمجھی جائے گی۔

فتاویٰ عزیزی کی الحاقیات

اس سوال کے جواب میں کہ ”میلاد کی اور عشرہ محرم کی مجالس منعقد کرنا کیسا ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

سال میں دو مجلسیں فقیر کے مکان میں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ مجلس ذکر و وفات شریف اور مجلس شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور یہ مجلس بروز عاشورہ یا اس سے ایک دو دن قبل ہوتی ہے۔ چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور روڈ شریف پڑھتے ہیں اور اس ضمن میں بعض مرثیہ جو جن و پری سے حضرت ام سلمہؓ و دیگر صحابی نے سنا ہے وہ بھی ذکر کیا جاتا ہے اور وہ خواہ بھائے دشتناک ذکر کیے جاتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کو اس واقعہ سے نہایت رنج و الم ہوا۔ پھر ختم قرآن مجید کیا جاتا ہے اور پنج آیات پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اس پر فاتحہ کہا جاتا ہے اور اس اثنا میں اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا شرعی طور پر مرثیہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو اکثر حضار مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت اور گریہ کی لاحق ہو جاتی ہے اس قدر عمل میں آتا ہے اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتا تو ہرگز فقیر

ان چیزوں پر اقدام نہ کرتا۔ الخ ۱۲۳۸ھ)

مجلس ذکر و وفات نبوی اور مجلس ذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی جو کیفیت یہاں مذکور ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جیسے محقق اور متبع سنت بزرگ کے متعلق یہ بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی۔ اور پھر پانچ آیات پڑھ کر کھانے کی چیز پر فاتحہ پڑھنا یہ صرف عوام الناس کے ہاں مروجہ رسوم میں سے ہے جس کا صحابہ کرام کے زمانے میں ثبوت نہیں ملتا۔

(ب) ذکر شہادت حسینؓ کے لیے ہر سال مجلس منعقد کرنا بھی صحیح نہیں۔ اور مروجہ ماتم

کی ابتداء اس قسم کی سالانہ مجالس ہی ہیں جن کا دور رسالت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔
خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدثؒ نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی
تردید فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اکثر شیعہ ان خیالات کے عادتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں: مثلاً ہر سال دسویں محرم
ہوتی ہے۔ ہر سال اس کو روز شہادت حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا گمان
کرتے ہیں اور احکام ماتم اور نوحہ و شیوہ اور گریہ و زاری اور فغان و بیقراری
شروع کرتے ہیں عورتوں کی طرح ہر سال اپنی میت پر یہ عمل کرتے ہیں
حالانکہ عقل صریح جانتی ہے کہ زمانہ ہر سال کا غیر قارہ ہے یعنی قرار نہ پکڑنے
والا کوئی جزء اس کا ثابت و قائم نہیں رہتا اور اس زمانے کا لوٹنا بھی محال اور
شہادت حضرت امام کی جس دن ہوئی اُس دن سے اس دن کا فاصلہ گیارہ سو
پچاس برس کا ہوا۔ اور پھر یہ اور وہ دن کیسے برابر ہو گیا اور کونسی مناسبت ہو گئی۔
عید النضر اور عید قربان کو اس پر قیاس کرنا چاہیے نہیں کہ اس میں خوشی اور شادی
سال در سال نئی ہے یعنی روزے رمضان کے ادا کرنا اور حج خانہ کعبہ کا بجالانا
الخ..... (تحفہ مترجم اردو ص ۲۲۶ ج ۲)

اس سے ثابت ہوا کہ فتاویٰ عزیزی کی مندرجہ عبارت الحاتی ہے جو حضرت شاہ
صاحب محدث کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

③ فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۳۵۶ میں لکھتے ہیں:

لیکن شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا بحالت ضرورت اس شرط کے ساتھ جائز
ہے کہ ارکان نماز اور واجبات وضوء میں ہمارے موافق پاؤں دھوئے الخ

لیکن اسی فتاویٰ عزیزی ص ۳۷۷ پر یہ سوال وجواب لکھا ہے:

(سوال): بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہے
اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے جس نے

انکار کیا وہ اجماع قطعی کا منکر ہوا اور وہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ قادی قادی عالمگیری میں لکھا ہے: الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلفهما العياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل علينا كرم الله وجهه على ابي بكر رضى الله عنه لا يكون كافراً لكنه مبتدع ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالذنا فقد كفر یعنی رافضی جو برا کہتا ہو حضرات شیخین کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو نعوذ باللہ من ذالک وہ کافر ہے اور اگر برا نہ کہتا ہو مگر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت ابو بکر پر حضرت علی کو فضیلت ہے تو وہ کافر نہیں البتہ بدعتی ہے۔ اور اگر عائشہ جیٹھا کی شان میں قذف (تہمت) کا مرتکب ہو تو وہ بھی کافر ہے الخ۔

عالمگیری کی عبارتیں درج کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:

جب روایات فقہ سے روافض کا کفر ثابت ہے تو ان کی ملاقات کے بارے میں وہی حکم ہے۔ الخ

علاوہ ازیں ۳۵۱/۳۵۲ پر بحوالہ خلاصہ بحر رائق، شرح مواہب الرحمن، محیط وغیرہ

قادی تصریح کی ہے کہ

حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کا منکر کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

بلکہ شرح مواہب الرحمن میں تو یہ لکھا ہے:

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین تینوں کی خلافت کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

تو پھر شیعہ کے پیچھے مشروط طور پر نماز پڑھنے کے جواز کا فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمہ اللہ کیوں کر دے سکتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مشروط طور پر شیعہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے جواز کی عبارت الحاقی ہے۔

کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف منیٰ بر نفسانیت تھا؟

سورۃ تحریم کی آیات کے تحت افشائے راز کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ نے اگرچہ افشائے راز نہ کیا لیکن تحریم قہطیہ کا حال سن کر خوش اور مسرور ہوئیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو افشائے راز سے منع نہ فرمایا۔ بلکہ بشاشی اور خوشی کے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں اور یہ سب ترکِ اولیٰ ہیں اور شائبہ نفسانیت سے خالی نہیں اور آپ کی صرف خوشی بھی اس بارہ میں سے ہے کہ: حسنات الابوار مینات المقربین یعنی نیک لوگوں کی جو نیکی ہوتی ہے وہ کسی وجہ سے برائی شمار کی جاتی ہے اس واسطے ضرور ہوا کہ حضرت عائشہ بھی توبہ استغفار کریں۔ الخ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۳) اور فتاویٰ عزیزی جلد اول فارسی کے الفاظ یہ ہیں:

”وایں ہمہ ترکِ اولیٰ و شوپ نفسانیت است۔“ (ص ۱۰۶)۔

فرمائیے! کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خوشی نفسانیت پر مبنی تھی اگر اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے تو وہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کی جائے گی۔ اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو دونوں عبارتیں الحاقی سمجھی جائیں گی۔ علاوہ ازیں فتاویٰ عزیزی میں اور بھی ایسی عبارتیں ہیں جن پر الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

فتاویٰ عزیزی میں الحاق (حضرت تھانوی رضی اللہ عنہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاویٰ حضرت شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا ہے بھی؟ مجھ کو

تو قوی شک ہے۔ الخ (امداد الفتاویٰ جلد پنجم ص ۳۰۶)

مولانا نجم الدین اصلاحیؒ

شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مرتب حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ مروجہ عید میلاد کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متاخرین علمائے ہند میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک تحقیق کا دربارہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم یہاں ذکر کر دینا اس وجہ سے ضروری خیال کرتے ہیں کہ بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کے اندر تحریف کر دی ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے آپ کو مجوزین مروجہ میلاد النبی میں شمار کیا ہے۔ شاہ صاحب کی معرکہ الآراء تصنیف تختہ اثنا عشریہ کی نو ذمہ پانزدہم میں ایک نفیس بحث موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جب غیر قار ہے یعنی تیزی سے گزرنے والا جس کو قرار و ثبات نہیں تو پھر شہادت حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ میں اور آج کے دن میں کس قدر فاصلہ ہے اور آج کے دن میں اُس دن سے کیا مناسبت و اتحاد ہے الخ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم ص ۱۸۵)۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ الصحابة کلہم عدول کی بحث میں فتاویٰ عزیزی کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں (جو اختلاف یزید ص ۴۶ پر مولانا لعل شاہ صاحب نے بھی نقل کی ہے) کہ:

اسی طرح کا ایک مضمون حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی طرف ان کے فتاویٰ کے حوالہ سے منسوب کیا گیا ہے یہ مضمون کی وجہ سے ایسا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی جیسے جامع علوم بزرگ کی طرف اس کی نسبت کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ اور فتاویٰ عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو

معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود اس کو جمع فرمایا ہے نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے۔ وفات کے معلوم نہیں کتنا عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو ان کے خطوط و فتاویٰ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کر کے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تہ لیس (یعنی مکرو سازش) اس میں کی ہو اور غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لیے فتاویٰ کے مجموعہ میں شامل کر دیا ہو۔ اور اگر بالفرض یہ واقعی حضرت شاہ عبدالعزیز ہی کا قول ہے تو وہ بھی بمقابلہ جمہور علماء و فقہاء کے متروک ہے (واللہ اعلم) (مقام صحابہ، ص ۷۷)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ بعض مقامات میں الحاق کا گمان ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارا مجموعہ فتاویٰ عزیزی ناقابل اعتماد ہو۔ البتہ دلائل کی بنا پر جس عبارت میں شبہ ہو وہ الحاقی سمجھی جائے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں
امام نووی فرماتے ہیں:

واما علی رضی اللہ عنہ فخلافتهُ صحیحۃ بالاجماع وکان هو الخلیفۃ فی وقتہ لاخلالۃ لغيرہ واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فہو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء واما الحروب التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها وكلهم عدول ومتاولون فی حروبهم وغیرها ولم یخرج شی من ذلك احداً منهم من العدالة لانهم مجتهدون الخ.

(نووی شرح مسلم جلد ثانی ص ۷۲ کتاب فضائل الصلحۃ)۔

اور بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے اور اپنے وقت میں وہی خلیفہ

تھے۔ اور آپ کے سوا کسی کی خلافت نہ تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور شریف صحابہ میں سے ہیں مگر جو جنگیں آپس میں لڑی گئی ہیں تو ان میں ہر ایک گروہ کو ایک شبہ لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صواب پر ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور سب صحابہ عادل ہیں اور ان جنگوں وغیرہ اختلافات میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو (صفت) عدالت سے خارج نہیں کرتی کیونکہ وہ مجتہد ہیں الخ۔

یہ عبارت خارجی فقہ حصہ اول ص ۵۵۲ تا ۵۵۳ پر بھی نقل کر دی گئی ہے۔

① حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اصحابہ فی تیز الصحابہ جلد اول ص ۱۱ میں فرماتے ہیں:

الفصل الثالث فی بیان حال الصحابة اتفق اهل السنة على ان الجميع عدول ولم يخالف في ذلك الا شذوذ من المبتدعة وقد ذكر الخطيب في الكفاية فصلاً نفساً في ذلك لقال عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم واخباره عن طهارتهم واختياره لهم. الخ۔

ترجمہ: فصل تیسری۔ احوال الصحابہ کے بیان میں: اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس میں سوائے چند مبتدعین کے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ کفایہ میں خطیب نے ایک نفس فصل اس کے متعلق ذکر کی ہے۔ فرمایا کہ عدالت صحابہ کی ان کی اللہ تعالیٰ کی تعذیل اور ان کی پاکیزگی کی خبر دینے اور ان کے مختار بنانے سے ثابت ہوئی ہے ان نصوص اور آیات میں سے الخ۔

(بحوالہ سوودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۸ مؤلفہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ)۔

② محقق ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابی الشریف شافعی رحمۃ اللہ علیہ سائرہ اور اس کی شرح سائرہ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

واعتماد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضي الله عنهم وجوباً باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الظن فيهم

وَالنَّاءَ عَلَيْهِمْ كَمَا اثنى الله سبحانه وتعالى عليهم اذ قال كُنْتُمْ خَيْرَ
 اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَقَالَ تَعَالَى وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً
 وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ الْخ.

ترجمہ: اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ
 ان سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے
 اور ان کی ایسی ثناء اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اللہ
 فرماتا ہے جتنی امتیں لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر
 ہو اور فرماتا ہے۔ ہم نے تم کو امت متوسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ
 بنو۔ الخ (ایضاً موردی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۷)

حضرت مولانا محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حافظ ابن عبد البر کی کتاب استیعاب جلد
 اول ص ۲۔ حافظ ابن اثیر کی کتاب أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد اول ص ۲۔ علامہ علی
 قاری حنفی محدث کی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۱۷۔ محقق ابن ہمام کی تحریر
 الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ثانی ص ۲۶۰۔ اور علامہ بحر العلوم کی کتاب
 فوائج الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ ص ۱۵۶ کی عبارتیں پیش فرمائی ہیں جن سے صحابہ
 کرام کا عادل ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن بخوف طوالت ہم یہاں ان کو نقل نہیں کرتے۔
 بہر حال مسلک اہل السنّت والجماعت یہی ہے کہ جنگ جمل وصفین وغیرہ کی وجہ سے کوئی
 صحابی صفت عدالت سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت اس وقت بھی تھی
 اور بعد ازاں بھی رہی۔

مولانا لعل شاہ کی تطبیق صحیح نہیں

مولانا لعل شاہ صاحب مشاجرات صحابہ کے متعلق اہل السنّت والجماعت کے دونوں
 قولوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کر لی جائے کہ محاربین حضرت علیؓ واقعتاً باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس کا مرجع وہی ہو جاتا ہے جو پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں اور اس نظر یہ کو حق و صواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقت باطل پر تھے، مگر انہوں نے باطل پر قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق تو نہ پاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ (استخلاف یزید ص ۱۸۹)

الجواب: جب مولانا لعل شاہ صاحب محاربین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد مانتے ہیں تو ان کو حقیقتاً باطل پر قرار دینا غلط ہے کیونکہ اجتہادی اختلاف میں صواب و خطا کا تقابل ہوتا ہے نہ کہ حق و باطل کا۔ وہ صورتاً باطل پر تھے نہ کہ حقیقتاً۔ آخر کیا حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت اور غوایت حقیقی کا صدور ہوا تھا۔

② بعنوان ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت برقرار ہوگئی“..... لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور اہل سنت کی مذکورۃ الصدر آراء دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں۔ لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہو گئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہو گئی۔ ازاں بعد ان کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی نسبت کرنا ظلم و تعدی ہے۔ الخ (استخلاف یزید ص ۱۹۱)۔

الجواب: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب موصوف کے نزدیک جنگِ صلحین میں چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتاً باطل پر تھے اس لیے ان کی عدالت زائل ہو گئی تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح تک وہ عادل نہ تھے۔ البتہ صلح کے بعد ان کی عدالت بحال ہو گئی۔ لیکن یہ بھی غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف اجتہادی تھا اور

اجتہادی اختلاف عدالت کے منافی نہیں ہے۔ اور تعجب ہے کہ مولانا لعل شاہ صاحب خود بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں چنانچہ بعنوان: ”ایک شبہ اور اس کا ازالہ“ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کیا اور نہایت ثبات کے ساتھ اس پر قائم رہے، کیا ان کا یہ فعل عدالت کے منافی نہیں؟

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ وہ اس قتال میں متاؤل (یعنی تاویل کرنے والے تھے) اور عدالت متاؤل کی ساقط نہیں ہوتی الخ (رسالہ عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم ص ۳۵) اور اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

راقم السطور کہتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عدالت کے اس مرتبہ علیا پر فائز تھے کہ کسی وسوسہ کا گرد و غبار انہیں آلودہ نہیں کر سکتا۔ وہ رولہت حدیث کے معاملہ میں اتنے محتاط تھے کہ مذمت علی رضی اللہ عنہ تو خیر بہت دور کی بات ہے مدح عثمان میں بھی کوئی روایت نہیں کی ہے جس سے زمین و آسمان پر ہیں“ (ایضاً عدالت صحابہ ص ۳۷)

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب تاویل کرنے والے کی عدالت ساقط ہی نہیں ہوتی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد متاؤل تھے تو پھر بخاری صاحب نے اختلاف یزید میں اس کے خلاف یہ کیوں لکھا ہے کہ وہ حقیقتاً باطل پر تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد عدالت برقرار ہوئی۔ جب عدالت ساقط ہی نہیں ہوتی اور برقرار ہی رہی تو پھر صلح حسن رضی اللہ عنہ کے بعد عدالت برقرار ہونے کا کیا مطلب؟ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب کچھ تطبیق کا راستہ نکالیں گے؟

معصیت صورتاً و حقیقتاً

عصمت انبیاء کی بحث میں مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مدنی تحریر

فرماتے ہیں:

اور اسی طرح عصمت ان (یعنی انبیاء) کی دائمی ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جن امور کو موودوی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ یہ امور معصیت میں ہی نہیں صرف صورت معصیت ہیں۔ حدیث انما الاعمال بالنیات وانما لكل امری ما نوى (الحدیث) اس کے لیے شاہد عدل ہے کما تقرر فی مواقعها (جیسا کہ اپنے اپنے موقع پر یہ بات ثابت ہے) جس طرح خطا اور قتل عمد صورتاً ایک ہی جیسے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح نیت معصیت سے جرم کا ارتکاب اور بلا نیت معصیت۔ معصیت کا ارتکاب زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہے۔ اول کبار معاصی میں ہے تو ثانی خطائے اجتہادی اور زلت ہے۔ بہر حال عصمت انبیاء رضی اللہ عنہم کے لیے نبوت کی لوازم ذاتیہ میں سے ہے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔ جو افعال ان سے معاصی سمجھے گئے ہیں وہ حقیقتاً معاصی نہیں ہیں وہ صرف صورتاً ہی معاصی اور خطائے اجتہادی اور زلت ہیں۔ الخ (موودوی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۴)۔

حضرت مدنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

موودوی نظریہ کی تردید کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ندس سرہ فرماتے ہیں:-

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حق تمام اہل السنۃ والجماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں۔ ان کی روایات اور شہادتیں مقبول اور حتمہد ہیں۔ ان پر کوئی جرح اور تنقید نہیں ہو سکتی۔ دلائل نقلیہ اور عقلیہ کثیرہ اور شہیرہ اس پر قائم ہیں۔ انہیں کے ذریعہ سے دین بعد والوں کو پہنچا ہے۔ اور وہی مدار دین اور معیار حق ہیں اور انہی کی تابعداری بعد والوں کے لیے ضروری

ہے۔ الخ (مسودوی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۶۹)

۲) حضرت مدنی نے عدالت صحابہ کے اثبات میں محققین کی جو عبارتیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض گزشتہ صفحات میں نقل کر دی گئی ہیں جن میں علامہ علی قاری محدث حنفی رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ:

ہر جماعت کو شبہ تھا جس سے ہر ایک اپنے آپ کو حق اور صواب پر خیال کرتی تھی اور سب کے سب اپنی اپنی لڑائیوں میں تاویل کرنے والے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اس وجہ سے عدالت سے نہیں نکلا کیونکہ ہر ایک جماعت محقق تھی۔ الخ

علاوہ ازیں امام نوویؒ کی یہ عبارت بھی پہلے پیش کر دی گئی ہے:

اور سب صحابہ عادل ہیں اور ان جنگوں وغیرہ اختلافات میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو (صفت) عدالت سے خارج نہیں کرتی کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ الخ

۳) عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بحث میں ہی سورۃ الحجرات کی آیت

لَٰكِنَّ اللّٰهَ حَبِيبَ الْيٰكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنٰهُ لِيْ فُلُوْبِكُمْ وَكٰرِهًا اِلَيْكُمْ
الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنْ
اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ ترجمہ: پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے
دل میں ایمان کی اور کھپا دیا اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی
تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔ وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ
کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمت والا۔

کے تحت فرماتے ہیں:

اس آیت نے تو تمام صحابہ کرام کی کھل تو شیعہ کر دی۔ اگر صحابہ سے کوئی گناہ
بالقصد ثابت ہو جائے تو وہ آیت مذکورہ اور ان کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف
نہیں ہے اس لیے کہ عدالت اس ملکہ اور قوت راسخہ کا نام ہے جو کہ اجتناب علی

الکبار اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیں باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔ شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادم ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت نہیں ڈالتا اور نہ ان کی حفاظت کے منافی ہے۔ مگر موذی صاحب کسی صحابی اور کسی انسان کو معیار حق نہیں مانتے اور نہ کسی کو تنقید اور جرح سے بالاتر مانتے ہیں اور نہ قابل تہلیل مانتے ہیں۔ ع

یہ ہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجاست

کیا یہ اختلاف فروغی ہے یا اصولی؟ (موذی عقائد اور دستور کی حقیقت ص ۷۵)

عدالت کی مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ مخالفین جو عدالت صحابہ کی نفی کرنے کے لیے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ وغیرہ کے واقعات پیش کرتے ہیں وہ ان کی کم نہی یا بغض و عناد پر مبنی ہے۔ حضرت ماعز صحابی سے جرم تو ضرور ہوا لیکن ان کو توبہ بھی معیاری نصیب ہوئی ہے۔ اسی طرح شاذ و نادر بعض صحابہ کے واقعات کو سمجھئے۔ ہر صحابی کی وفات کامل ایمان پر ہوئی۔ اور ہر صحابی سیدھے جنت میں جائیں گے۔ مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کو شیخ الاسلام حضرت مدنی نے ان شاذی پر ناز ہے۔ اگر وہ عدالت صحابہ کی بحث میں حضرت مدنی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے استفادہ کرتے تو اس طرح ٹھوکر کھاتے۔

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہم سوال

اس مختصر کتابچے میں اس مسئلہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے کہ صحابہ کرام صرف روایت حدیث میں عادل تھے یا اپنی عمومی زندگی میں بھی۔ لیکن اس سلسلے میں یہ سوال اہم ہے کہ: الصحابة کلهم عدول کا اگر یہ مطلب ہے کہ صرف روایت حدیث میں عادل ہیں تو اس تخصیص کے لیے بخاری صاحب کے پاس کیا آیت و حدیث کی کوئی نص موجود ہے کہ تمام صحابہ کرام روایت حدیث نبوی میں یقیناً عادل ہیں؟ بہنو تو جروا۔

مولوی مہر حسین شاہ بھی سمجھیں

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

قاضی صاحب مولانا بخاری مدظلہ پر اعتراض کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ: اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآنی حکم پر عمل کرتے۔ مگر اپنی اسی مذکورہ کتاب میں سند یلوی صاحب کا رد کرتے ہوئے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم **لَقَاتِلُوا النَّبِیَّ تَبِیْعِیْ** پر عمل کیا۔ (خارجی فقہ ص ۵۶۰) گویا مولانا قاضی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقی باغی تسلیم کر رہے ہیں۔

حقیقت پھر حقیقت ہے نمایاں ہوئی جاتی ہے۔ (کملی جلد ۱ ص ۱۳)

الجواب: مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہاں میری عبارت پوری نقل نہیں کی جس میں مولانا لعل شاہ صاحب پر میں نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ وہ عبارت یہ ہے: علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عناد و نفسانیت پر مبنی ہوتا تو آپ ثالثوں کی حکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیے تو قرآن میں بھی صریح حکم مذکور ہے کہ: **لَقَاتِلُوا النَّبِیَّ تَبِیْعِیْ حَتّٰی تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ** (پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے) حالانکہ آخری وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول نہیں کی۔ باوجود اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثالثی کی تجویز قبول کر لی۔

(خارجی فقہ حصہ اول ص ۴۷۷)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ثالثی کی تجویز قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیتے تھے۔ ورنہ جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی اطاعت نہ قبول کر لیتے

آپ جنگ جاری رکھتے۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے گو میری یہ عبارت کملی چٹھی ص ۱۱ پر نقل کی ہے لیکن ص ۱۳ پر اس کا اختصار درج کیا ہے جس سے غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

② یہی جواب میں نے مورودی صاحب کو دیا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر قرار دیتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے:

”خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے ہی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باغی ہونے کا وہی حکم تھا جو ہندسلی (خطا کرنے والے) کا ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم (ٹالٹ) مقرر کرنے کی تجویز قبول کر لی تھی جس کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص ٹالٹ مقرر کیے گئے تھے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معنی میں باغی ہوتے جس معنی میں مورودی گروہ منواتا چاہتا ہے یعنی بالکل باطل پر ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حکمین کی تجویز قبول کرنا ناجائز تھا کیونکہ قرآن کریم میں باغی گروہ کے متعلق صریح حکم ہے: **وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا.....** لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مساوی درجہ دے کر اپنا معاملہ ٹالٹوں کے سپرد کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر دو ٹالٹوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قطعاً حق پر سمجھا جاتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر تو پھر خلیفہ حق کو معزول کرنا کیونکر جائز ہو سکتا تھا۔ الخ (علی عباس ص ۱۳۱)۔

مولوی مہر حسین شاہ صاحب میری مذکورہ خط کشیدہ ① عبارت کے پیش نظر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ:

● لیکن حضرت علی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔

مولانا قاضی صاحب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نص قرآنی قرار دیتے ہیں مگر اپنی کتاب علمی محاسبہ ص ۱۳۱ پر یوں گواہی افشانی کرتے ہیں: ”الطف کی بات یہ ہے کہ ہر دو ثالثوں نے الخ (کھلی چھٹی حاشیہ ص ۱۳) نیز لکھتے ہیں کہ:

اب قاضی صاحب ہی انصاف سے بتائیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم قرآن کی مخالفت کی یا نہیں اور یہ اجتہادی خطا کی کوئی قسم ہے۔ (ایضاً ص ۱۳)۔

الجواب: میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کی نص سے ثابت کیا ہے لیکن اس سے مراد عبارت النص نہیں بلکہ اقتضاء النص ہے۔ اور مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوران کسی کو علم نہ تھا کہ باقتضاء النص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ کیونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی اور صحابی مراد ہو۔ اسی لیے فریق ثانی نے اپنے اجتہاد کی بنا پر آپ کی مخالفت کی اور اُس وقت اس کو نص قرآنی کی مخالفت نہیں کہہ سکتے تھے لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے بعد یہ ثابت ہوا کہ: باقتضاء النص حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی چوتھے درجہ پر قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق تھے۔ کیونکہ وعدہ خلافت مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے تھا۔ اور مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے خلفائے ثلاثہ کے بعد سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی کو خلافت نہیں ملی۔ اسی بنا پر بعد میں اہل السنّت والجماعت کا اس عقیدہ پر اجماع ہو گیا کہ قرآن کے موعودہ خلفاء صرف یہی چار ہیں۔ اور چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبارت النص کی مخالفت نہیں ہوئی اس لیے اہل السنّت والجماعت نے یہ مسلک اختیار کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجتہادی خطا کا صدور ہوا ہے۔ اور مولانا لعل شاہ صاحب بخاری بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر قرار دینے کے باوجود ان کی اجتہادی خطا تسلیم کر رہے ہیں اور مولوی مہر حسین صاحب ان سے نہیں پوچھتے کہ حضرت یہ اجتہادی خطا کی کوئی قسم ہے؟

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ جو اعتراض یہاں مولوی مہر حسین شاہ صاحب کر رہے ہیں یہی اعتراض شیعہ علماء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کرتے ہیں چنانچہ ایک شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (سرگودھا) لکھتے ہیں:

یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اجتہاد کا محل و مقام کیا ہے؟ با اتفاق تمام اہل اسلام اجتہاد وہاں ہوتا ہے جہاں قرآن و حدیث کی کوئی صریح و صحیح نص موجود نہ ہو اور جہاں نص موجود ہے وہاں خدا و رسول کے حکم کے بالمقابل اگر کوئی شخص اجتہاد کرے گا تو اس کا اجتہاد باطل اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ الخ

(تجلیات صداقت، جواب آفتاب ہدایت ص ۳۸۵)

ڈھکو صاحب کے جواب میں ہمارا یہی مطالبہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کی کسی آیت سے بطور عبارت النص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلافت بلا فصل ثابت کریں پھر ہم مان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم صریح کے مقابلہ میں اجتہاد جائز نہ تھا۔

کیا ڈھکو تحریف قرآن کے قائل ہیں؟

اس کے جواب میں ڈھکو صاحب یہی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق نص صریح موجود تھی لیکن اصحاب نے اس کو قرآن میں درج نہیں کیا۔ چنانچہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ اگر مسئلہ امامت اس قدر اہم تھا کہ جتنا شیعہ حضرات خیال کرتے ہیں تو خداوند عالم نے ائمہ کے اسمائے گرامی صراحتاً قرآن میں کیوں نہ ذکر کر دیے تاکہ مسلمانوں کا اس مسئلے میں اختلاف ختم ہو سکتا۔ لکھتے ہیں:

حلی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ فریقین کی بعض روایات کے مطابق ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں موجود تھے مگر جمع قرآن کے وقت انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ چنانچہ ہماری تفسیر صافی ص ۹ مقدمہ ششم طبع ایران بحوالہ تفسیر عیاشی حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ لو قرئ القرآن کما

انزل لَا لَفَيْتُمْوْنَا فِيْهِ مُسْتَبِيْنٌ ”اگر قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا جس طرح وہ نازل ہوا تھا تو تم اس میں ہمیں نامہ نام موجود پاتے۔“

(اثبات الامامت ص ۳۱۲ ناشر مکتبۃ السلفین کوٹ فرید سرگودھا)

شہابش! مجتہد ہوں تو ایسے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت ثابت کرنے کے لیے قرآن میں تحریف و تبدیلی مان لی۔ العباد باللہ

(ب) غالباً مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم قرآن کے موعودہ خلفاء ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر حضرت صدیق اکبر کی خلافت قرآن کی موعودہ ہے اور آپ باقتضاء انص خلیفہ اول ہیں تو پھر ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے متعلق صحابہ نے مشورہ کیوں کیا اور ان میں باہمی اختلاف رائے کیوں ہوا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق نے اپنے بعد خلافت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے چھ اصحاب لی شوری کیوں قائم کی تھی۔ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ یہی جواب ہوگا کہ ان حضرات کی حیات میں کسی کو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ وہی قرآن کی موعودہ خلافت کا مصداق ہیں۔

سند یلوی صاحب کا معاملہ

مولانا محمد اٹحق صاحب سند یلوی چونکہ چاروں خلفائے راشدین کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا بھی نہیں تسلیم کرتے بلکہ آپ کی ذات کو القوب الی الحق قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان پر اتمام حجت کے لیے میں نے کئی مقامات پر لکھا ہے کہ اب جب آپ حضرت علی المرتضیٰ کو قرآن کا چوتھا خلیفہ موعود مانتے ہیں تو پھر حضرت معاویہ کی اجتہادی خطا کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کا بحث یہی ہے۔ اگر مولوی مہر حسین شاہ صاحب اس علمی بحث کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو پھر اس میں دخل کیوں

دیتے ہیں۔۔۔ خواہ مخواہ پانچواں سوار بننے سے کیا حاصل؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے

میں نے مولانا لعل شاہ صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ بات بھی عجیب ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو (خواہ جنگ و قتال کی صورت میں ہوا) اجتہادی خطا قرار دیا تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ صلح کے بعد ان کی عدالت برقرار ہوگئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے اور مجتہد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اس سے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس بات سے قطع نظر کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ درجہ اجتہاد پر فائز تھے بھی یا نہیں جیسا کہ امام اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے تھے الخ (کلی جلد ص ۷)

الجواب ① فتاویٰ کی عبارت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی بالکل

نفی نہیں ہوتی بلکہ اس میں مجتہدین صحابہ کے مراتب بیان کیے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

جن صحابہ کرام کو مرتبہ اجتہاد کا حضور آنحضرت ﷺ کے دور میں حاصل نہ ہوا تھا ایسے صحابہ کرام کے اجتہاد کی نفی کرنا درست ہے اور آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کسی مسئلہ اجتہاد کی تصدیق نہیں فرمائی ہے تاکہ اجتہاد ان کا مفتی نہ ہو سکے اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا۔

اس واسطے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اخیر عمر میں احادیث کثیرہ دیگر صحابہ کبار سے سنیں اور اس وجہ سے بعض مسائل فقہ میں دخل دیتے تھے اور یہی مراد ہے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ انہ لفقہ الخ (فتاویٰ عزیزی مترجم ص ۲۱۸)

② فتاویٰ عزیزی کے الحاقیات کے متعلق پہلے بھی عرض کر دیا ہے اور یہ عبارت بھی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث جیسے محقق کی نہیں ہو سکتی۔

(ب) جب مندرجہ عبارت میں یہ لکھا ہے کہ:

جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا ان

تو مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے فتاویٰ عزیزی کی یہ عبارت کیوں نہیں نکالی۔
کیا یہ علمی خیانت نہیں ہے۔

⑤ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہ فقہ (باب

ذکر معاویہ) یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فقہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کون ہیں اس کے متعلق بخاری شریف میں ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللهم علمہ

الحکمة (باب ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہ) ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینہ سے

لگایا اور کہا اے اللہ اس کو حکمت سکھلا۔

اور ایک روایت میں ہے:

اللهم علمہ الکتب اے اللہ اس کو اپنی کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہو علم الناس بما انزل اللہ علی محمد یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

اللہ کی وحی کے سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو ترجمان القرآن فرمایا ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری جلد ۷ ص ۷۹)

فرمائیے۔ حبر امت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقہ (مجتہد) فرما رہے ہیں لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان کے فقہ و

مجتہد ہونے کا انکار کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ مولانا لعل شاہ بخاری کو فقہ قرار

دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”ادھر سیدی و مرشدی فقیہ الامت ترجمان اہل سنت حضرت علامہ سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی“

پھر لکھتے ہیں:

”راقم آٹم کو حضرت بخاری مدظلہ کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ ہے۔“ (خصائص نسائی مترجم، عرض ناشر ص ۲)

کیا عجیب محبت ہے۔ مولانا لعل شاہ صاحب تو محبوب بھی ہوں اور فقیہ بھی۔ لیکن ایک صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجھ سے محبوب ہوں اور نہ فقیہ۔ سوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بوالعجبیت

مولوی مہر حسین شاہ صاحب یہاں اپنے مجتہد مولانا لعل شاہ صاحب کی تقلید کو بھی جواب دے گئے ہیں حالانکہ مولانا بخاری صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے کہ
”انہ فقیہ۔“ ”فقیہ یعنی مجتہد ہیں۔“ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

چونکہ فقہاء صحابہ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما فریح الشان صحابی ہیں۔ (استحلاف یزید ص ۱۱۳)۔

ایک شیعہ مجتہد

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو (سرگودھانے) بھی فتاویٰ عزیزی کی یہی عبارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مجتہد نہ ہونے کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ چنانچہ بعنوان ”معاویہ مجتہد نہیں ہے“ لکھا ہے:

’باتی رہی اس بات کی تحقیق کہ معاویہ مجتہد ہے یا نہیں؟ سو مخفی نہ رہے کہ برادران

اہل سنت کے تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں ہے۔“

② شاہ عبدالعزیز نقادوی عزیزی جلد اول ص ۱۰۱ پر معاویہ وغیرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یہی ہر کہ اجتہاد ایشان رانگی کند درست است زیرا کہ در حضور آنحضرت ﷺ ایشان را آن مرتبہ حاصل نبود۔ آنحضرت ﷺ در بیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد حکم نفرمودہ اند تا اجتہاد ایشان معتبر و مفتی بہ تواند شد۔ یعنی جو ان کے اجتہاد کی نفی کرتا ہے وہ درست کرتا ہے کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ کے حضور میں اجتہاد کا درجہ حاصل نہ تھا اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے کبھی ان کے کسی اجتہاد کی تصدیق فرمائی تھی تا کہ ان کا اجتہاد معتبر و مفتی بہ ہو سکے۔ الخ (تجلیات صداقت، ص ۳۸۵)۔

الجواب: ① مجتہد ڈھکو صاحب نے یہاں صریح جھوٹ لکھا ہے کہ: ”اہل سنت کے تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ معاویہ مجتہد نہیں ہے“ حالانکہ جمہور اہل سنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد قرار دیتے ہیں اور بخاری شریف میں تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو فقیہ (یعنی مجتہد) قرار دیا ہے۔

② ڈھکو صاحب نے بھی مولوی مہر حسین شاہ صاحب کی طرح مابعد کی عبارت نقادوی عزیزی کی نہیں لکھی جس سے آپ کا مجتہد ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی: ”اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا“ الخ اور ڈھکو صاحب اپنی تصانیف میں اس قسم کی علمی خیانتوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ تو اپنے مذہبی عقیدہ تقیہ کی بنا پر اس کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی اسی قسم کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ڈھکو صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تو مجتہد نہیں مانتے جو حضور خاتم النبیین کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں لیکن اپنے آپ کو وہ مجتہد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب اثبات الامامت کے آخر میں انہوں نے عراق کے چند بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کی تحریروں کا عکس شائع کیا ہے جس میں انہوں نے ڈھکو صاحب کو اجازت اجتہاد کی نند عطا فرمائی ہے۔

ہیں تفاوت راہ از کجا است تا کجا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں

میں نے کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۳۲۳ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک جلیل القدر صحابی لکھا ہے۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان الفاظ سے بھی تالاں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں ”اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے ہیں“ (شہادت امام حسین اور کردار یزید ص ۷۸) اور خود قاضی صاحب نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیسرے درجے کا صحابی قرار دیا ہے۔ (خارجی فتنہ، حاشیہ کھلی چشمی ص ۳)

الجواب: ① رفعت اور جلالت قدر اضافی امور ہیں: حضرت نانوتوی قدس سرہ کی مراد یہ ہے آپ کی رفعت و عظمت خلفائے راشدین وغیرہ صحابہ کرام کے برابر نہیں جو افضل و اولیٰ پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو ترک اولیٰ پر بھی افسوس ہوتا ہے اور اسی بنا پر کہا جاتا ہے: حسنات الابراہیم المقربین یعنی ابراہیم کی نیکیاں مقربین کے لیے گناہ سمجھے جاتے ہیں اور خود حضرت نانوتوی بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صحابہ کرام کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کی توجیہ یہی پیش کر رہے ہیں کہ:

افضل کا خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب لیکن اتنی بات کے باعث ترک افضل کا ان پر گناہ نہیں تھوپا جاسکتا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گالم گلوچ سے ہم پیش آئیں۔ اور پھر ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابہ میں شمار نہیں کرتے کہ افضل و اولیٰ کو ترک کرنے کے باعث ان جیسے معاملات میں ہم ان کی طرف سے عذرت پیش کریں۔ (شہادت امام حسین و کردار یزید ص ۷۸)

(ب) حضرت مولانا نانوتوی رضی اللہ عنہ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات میں نہ خلیفہ راشد ہیں نہ تاخلف ہیں۔ ہاں فضیلت صحبت اور بزرگی صحابیت اور اخوت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ان کو حاصل تھی اور اس لیے سب کے واجب التعظیم ہیں جو برا کہے وہ اپنی عاقبت کھوتا ہے۔ کیونکہ خداوند کریم تمام صحابہ کی نسبت فرماتا ہے یَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَسَاسًا وَلَا حَاسِلًا وَمِثْلًا نَظِيرًا جَسَاسًا مَنِ اتَّبَعَ بَشِيرًا حَتَّىٰ يَحْمِلُوهُ سَوْفَرًا وَحَاسِلًا جَسَاسًا مَنِ اتَّبَعَ لَكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِيُخْرِجَ فِيكُمْ الْكُفْرَ وَالشِّرْكَ الْمُنْفَرِينَ وَالْمُرْتَدِينَ وَاللَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا طَائِفَاتٌ إِنَّ اللَّهَ عَظِيمٌ (سورہ آل عمران: ۱۰۵)۔

یہ سب قصے، کلام اللہ میں مذکور ہیں انکار کی گنجائش نہیں ورنہ اے حضرات شیعہ! خوف کفر ہے۔ پھر سبھی کو بزرگ سمجھنا لازم ہے۔ الخ (اجوبہ اربعین ص ۱۸۸)

مولوی مہر حسین شاہ صاحب فرمائیے! جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت نانوتوی رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب التعظیم ہیں اور حسب تقاضائے قرآنی آپ سبھی دوسرے صحابہ کے ساتھ نجات یافتہ ہوں گے۔ اور نبوت کے بعد شرف صحابیت رحمۃ للعالمین سب سے بڑا شرف ہے تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ جلیل القدر ہوں گے۔

① میں نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تیسرے درجہ میں شمار کیا ہے تو یہ صحابہ کرام کے تفاوت درجات کی بنا پر ہے۔ کیونکہ حسب ارشاد ربانی: وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ مِنْ عَشَرَةِ الْأَوَّلِينَ وَالَّذِينَ آمَنُوا بَعْدَ ذَلِكَ مِنْهُمْ سَبْعِينَ آيَةً وَأُولَٰئِكَ مِنْ الْعَشَرَةِ الْمُنْتَهِيْنَ وَالَّذِينَ آمَنُوا بَعْدَ ذَلِكَ مِنْهُمْ سَبْعِينَ آيَةً وَأُولَٰئِكَ مِنْ الْعَشَرَةِ الْمُنْتَهِيْنَ (سورہ آل عمران: ۱۰)۔

عنه (پارہ دوم رکوع ۲) طبقات صحابہ کے اعتبار سے پہلا طبقہ مہاجرین کا ہے۔ دوسرا انصار کا اور تیسرا طبقہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ جس کا یہ مطلب کیسے نکل سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بڑی شان نہیں ہے بلکہ انبیائے کرام کے بعد صحابہ کرام میں سے سب

سے چھوٹے درجے کے صحابی تمام امتوں کے اولیاء سے افضل ہیں اور سب کے لیے واجب التعمیم۔

② اور لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب کے محبوب پیر و مرشد اور فقیہ امت بزرگ مولانا لعل شاہ بخاری بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رفیع الشان قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”چونکہ فقہائے صحابہ کی شان نسبتاً بلند ہے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما رفیع الشان صحابی ہیں۔“ (استحلاف یزید ص ۱۱۳)

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب اپنے مرشد بخاری صاحب سے ہی پوچھ لیں کہ: جلیل القدر اور رفیع الشان میں کتنا فرق ہے؟

(ب) اور مولانا بخاری موصوف نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی (یعنی شرف صحابیت) کی تشریح اس طرح کی ہے کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی معیت میں شریک جہاد ہوئے اس گھوڑے کی ٹاپ سے اڑ کر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا ہے وہ بدر جہا حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔“ (تطہیر الجنان ص ۱۰، ناہیۃ ذم معاویہ رضی اللہ عنہما ص ۱۱، الہدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹، مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ، ج ۱ ص ۲۳۳) اسی طرح امام شافعی سے بھی منقول ہے الخ (استحلاف یزید ص ۱۱۳)۔

اور بندہ نے بھی اس حکایت کا خارجی فتنہ حصہ اول ص ۳۰۵ میں ذکر کیا ہے بحوالہ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔“

مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جلیل القدر کے الفاظ استعمال کرنے سے بھی چڑتے ہیں۔ آپ کو مجتہد اور عادل بھی نہیں مانتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر معائب تلاش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں بغض

معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی مادہ گھنسا ہوا ہے۔ اور یہ ایک خطرناک اور مہلک بیماری ہے۔ ان کو صدق دل سے توبہ کرنا چاہیے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی قسم کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیے۔ واللہ الہادی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

تیسری تنبیہ۔ جاننا چاہیے کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ایک شخص تھے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے اور زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گئے۔ الخ (ازالۃ الخفاء مترجم حصہ اول ص ۵۷۱)

اہل سنت پر افتراء

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ لوگوں نے روافض کی بیروی میں عدالت صحابہ کا ایک اختراعی عقیدہ وضع کر لیا ہے بلکہ روافض کے بھی کان کترتے ہیں۔ روافض ائمہ اہل بیت اطہار علیہ علی وآباء السلام کو معصوم مانتے ہیں۔ ان کی تقلید میں بعض لوگ صحابہ کو معصوم مانتے ہیں (کھلی جنسی ص ۱۸)

افسوس کہ شاہ صاحب موصوف نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ اہل سنت میں سے کون لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معصوم مانتے ہیں؟ یہ تو افتراء ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا آپ کی یہ مراد ہے کہ اہل سنت مشاجرات صحابہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے ان کی اجتہادی خطا مانتے ہیں؟ اس سے ان کی عصمت کا قول کیسے لازم آتا ہے۔

(ب) عادل قرار دینے سے بھی عصمت لازم نہیں آتی۔ اور اس سلسلہ میں پہلے حضرت مدنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کر دیا ہے۔ دوبارہ دیکھ لیں۔ اور لطف یہ ہے کہ وہ خود بھی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے معصوم کا لفظ استعمال کر رہے ہیں خواہ من وجہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ عنوان ہی یہ لکھا ہے: ”روایت حدیث کے معاملہ میں صحابہ معصوم ہیں“۔ اور پھر مولانا لعل شاہ صاحب کی عبارت نقل کی ہے کہ:

تمام صحابہ روایت حدیث کے معاملہ میں معصوم ہیں۔ بجز اللہ ایک صحابی بھی ایسا نہیں جو بعمد الکذب علی النبی (یعنی جان بوجہ کر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولے) کی معصیت میں مبتلا ہوا ہو۔ اس لیے امت نے اجتماعی طور پر صحابہ کے اس حق کو تسلیم کر لیا ہے کہ الصحابة کلہم عدول کبھی صحابہ راست باز ہیں یعنی روایت حدیث کے سلسلے میں وہ ہماری جرح و تعدیل سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ جرح تو خیر بہت دور کی بات ہے وہ بزرگ ہماری تعدیل سے بھی بالاتر ہیں۔ وہ جن کی تعدیل خدا اور رسول نے کر دی ہو۔ انہیں معیار تعدیل پر لانا ہی ان کی توہین ہے۔ اعادنا اللہ منہا۔ (استحلاف یزید ص ۲۸) (کلی چٹھی ص ۱۹)۔

مسئلہ عصمت انبیاء اور مولوی مہر حسین شاہ کا ایک نیا شوشہ

مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

عصمت چونکہ انبیاء ﷺ کا خاصہ ہے لہذا اہل سنت والجماعت انبیاء ﷺ کے ماسوا کسی دوسرے انسان کے لیے عصمت کے قائل نہیں تو اس لیے ماننا پڑے گا کہ تمام صحابہ عام زندگی میں معصوم نہ تھے بلکہ بعض صحابہ سے بعض اوقات بتقاضائے بشریت بعض گناہوں کا صدور بھی ہوا۔ بلکہ حدود و قصاص اور کفارات کی آیات قرآنی کے اولین ہونے نزول اور اولین مخاطبین صحابہ ہی ہیں۔ کتب حدیث میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریم خمر کے بعد بھی بعض صحابہ نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا تھا اور اسی طرح عہد حیات النبی ﷺ میں سرقہ کے واقعات بھی رونما ہوئے اور صحیح بخاری میں حضرت ماعز کا

واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے دربار نبوی میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا اور رجم کیے گئے۔ اس شراب نوشی، چوری اور زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم قذف محضہ ہے اور بعض جلیل القدر صحابہ اس کی لپیٹ میں آ گئے اور ان پر حد جاری کی گئی ہے۔ خود مولانا قاضی صاحب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا گناہ تھا بلکہ آپ نے اپنی کتاب مذکورہ کے ص ۵۰۰ پر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ: اہل سنت کے عقیدہ میں معصوم انبیائے کرام رضی اللہ عنہم سے بھی زلت (لغزش) کا صدور ہو جاتا ہے۔ “آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ تمام صحابہ عام زندگی میں بھی معصوم اور عادل تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو گویا نعوذ باللہ صحابہ شان عدالت میں انبیاء رضی اللہ عنہم سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ ہم نے صراحت سے یہ بات لکھ دی ہے کہ تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے بارے میں معصوم ہیں مگر عام زندگی میں صحابہ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے۔ مگر وہ اصرار علی الفاحشہ و قرار علی المعصیت سے محفوظ ہیں الخ (کلی جنسی ص ۲۰)۔

الجواب: ① بیشک اہل السنۃ والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ عصمت انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کا خاصہ ہے۔ اور غیر نبی کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔ اور خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی معصوم نہیں ہیں۔ تو پھر ان کے خلاف خود مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہ کیوں لکھا ہے کہ: تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے بارہ میں معصوم ہیں۔ “اس وجہ سے تو تمام صحابہ کرام جزوی طور پر انبیائے کرام کی عصمت میں شریک ہو گئے۔ ایسے چہ بوالعجبی است

② میں نے پہلے بھی یہ سوال کیا ہے کہ روایت حدیث میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معصوم ہونے کی آپ کے پاس قرآن و حدیث کی کیا دلیل ہے؟ جب آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے شراب نوشی، چوری، زنا اور قذف محضہ کا ارتکاب کیا ہے تو ان صحابہ کو روایت حدیث کے بارے میں کیونکر معصوم قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا شراب نوشی اور

چوری وغیرہ، کبیرہ گناہوں کے باوجود عصمت برقرار رہ سکتی ہے؟

③ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ: اس لیے ماننا پڑے گا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عام زندگی میں معصوم نہ تھے۔“ تو فرمائیں کہ اہل سنت والجماعت میں سے کس مستند عالم نے یہ لکھا ہے کہ: تمام صحابہ عام زندگی میں معصوم تھے“ جس کے جواب کی آپ کو ضرورت پیش آئی ہے؟ اور جس کی بنا پر آپ مجھ سے سوال کر رہے ہیں؟ کیا آپ نے یہ بات ہوش و حواس کے قائم ہونے کی حالت میں لکھی ہے یا کسی مدہوش کے عالم میں؟ بحث تو الصحابة کلہم عدول کے تحت ہو رہی ہے لیکن آپ نے زیر بحث مسئلہ: الصحابة کلہم معصومون کا فرض کر لیا ہے کیا آپ عادل اور معصوم میں فرق نہیں سمجھتے؟

④ اگر شاذ و نادر کسی صحابی سے گناہ ہو گیا ہے تو انہوں نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے خالص توبہ کی توفیق عطا فرمادی جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ اور آپ خود بھی یہ لکھ رہے ہیں:

تمام صحابہ کرام روایت حدیث کے معاملہ میں عادل ہیں اور عام زندگی میں معصوم نہیں مگر وہ اصرار علی الفاحشہ و قرار علی المعصیۃ سے محفوظ ہیں اور اگر کسی صحابی سے بقضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو بھی گیا تو فوراً توفیق ایزدی انہیں توبہ کی توفیق بھی نصیب ہو گئی۔ رضی اللہ عنہم (مکمل چٹھی ص ۲۲)

تو پھر آپ ان کے گناہوں کی فہرست کیوں پیش کر رہے ہیں؟ ان کے گناہ معاف ہو چکے اور ہر ہر صحابی کا خاتمہ کامل الایمان ہونے کی حالت میں ہو چکا اور رب الغلیم نے ان کو جنتی کی قرآنی سند عطا فرمادی ہے تو پھر اس انداز تحریر کا معنی کیا ہے؟

⑤ عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کا یہ ارشاد پہلے نقل کر چکا ہوں کہ:

اگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی گناہ بالقصد ثابت ہو جائے تو وہ آیت مذکورہ اور ان کی محفوظیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ عدالت اس ملکہ اور قوتِ راستہ کا

نام ہے جو کہ اجتناب عن الکبائر اور عدم اصرار علی الصغائر اور خسیس باتوں کے ترک پر آمادہ کرتی ہے۔ شاذ و نادر طور پر کسی وقت میں کسی جرم کا سرزد ہو جانا اور پھر نادام ہونا اور رہنا عدالت میں کھنڈت نہیں ڈالتا۔ اور نہ ہی ان کی حفاظت کے منافی ہے اٹخ (سورودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۷۵)

غیر نبی کے معصوم نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے ضرور گناہوں کا صدور ہوتا ہے بلکہ معصوم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غیر نبی سے گناہ ہو سکتا ہے خواہ اس سے ساری عمر کوئی گناہ نہ سرزد ہو۔ لیکن انبیاء کرام بیٹوں سے گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے غیر نبی محفوظ ہو سکتا ہے لیکن اس سے گناہ کا صدور ممکن تو ہے خواہ اس کا صدور ہو انہیں۔ اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محفوظ رکھا ہے اور بطور شاذ و نادر کسی سے کسی گناہ کا ارتکاب ہو گیا تو چونکہ انہوں نے اس پر اصرار نہیں کیا اور رحمت خداوندی نے ان کو خالص توبہ کی توفیق عطا فرمادی اس لیے اب ان کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

شیعہ کیا کہتے ہیں؟

اہل السنۃ والجماعت کے ضابطہ: الصحابة کلہم عدول کی تردید کرتے ہوئے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکونے لکھا ہے کہ:

اگر تمام صحابہ مجتہد ہوتے اور ان کے ہر ہر قول و فعل پر اجتہاد کا اطلاق ہو سکتا تو خود پیغمبر اسلام ﷺ اپنے بعض صحابہ پر شرعی حدود جاری نہ فرماتے اور نہ قرآن اور دفتر حدیث ان کے کارہائے زشت کی مذمت سے لبریز ہوتا حالانکہ بعض صحابہ پر قذف (تہمت زنا لگانے) بعض پر چوری کرنے اور بعض پر شراب خوری وغیرہ جرائم کے سلسلہ میں آنحضرت نے حدود جاری فرمائے ہیں (سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۳۳ وغیرہ) (ملاحظہ ہو تجلیات صداقت ص ۲۸۴)

(ب) یہی دھکو مجتہد لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں ہر قسم و قماش کے لوگ ہوتے تھے۔ دیندار بھی دنیا دار بھی۔ صالح بھی طالح بھی۔ مومن بھی غیر مومن بھی۔ عادل بھی ظالم بھی حتیٰ کہ قاتل بھی مقتول بھی۔ الغرض اس چند روزہ صحبت میں ان کی بشری کمزوریاں سلب نہیں ہو گئی تھیں کیونکہ

ہر کہ روئے بہود نداشت
دین روئے نبی سود نداشت

الخ (تجلیات صداقت، ص ۳۸۲)

سوال یہ ہے کہ کیا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی مسلمانوں کے سامنے صحابہ کرام کا یہی نقشہ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ باقی ربا؛ دھکو صاحب کا تبصرہ تو اس کا تفصیلی جواب تو ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل کتاب میں دیا جائے گا۔ یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ امام الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ ان کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمہ الزہراء نے کیا پیش کیا ہے جو شیعوں کے نزدیک معصومہ ہیں۔ چنانچہ شیعہ رئیس الحقیقین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر انتظار معاودت اوی کشید چون بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطابات شجاعانہ درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خاستان در خانہ گریختہ بعد از اس کہ شجاعان دہر را بجاک ہلاک انگندی مغلوب اس نامرداں گردیدہ (حق الیقین ص ۲۰۳ طبع ایران)۔ ترجمہ: پس حضرت فاطمہ گھر میں تشریف فرما ہوئیں تو انہوں نے از روئے مصلحت بہادرانہ طور پر سید اوصیاء حضرت علی سے بہت سخت باتیں کیں اور فرمایا کہ تو اس بچے کی طرح پردہ نشین ہو گیا ہے جو ماں کے رحم (پیٹ) میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور خاستوں کی طرح بھاگ کر گھر میں بیٹھ گیا ہے اور

بعد اس کے کہ تو نے زمانہ کے پہلوانوں کو موت و ہلاکت کی خاک میں ملایا ہے۔
ان نامردوں کے مقابلہ میں مغلوب ہو گیا ہے۔

اب ڈھکوصاحب ہی بتائیں کہ جب آپ کے نزدیک حضرت فاطمہ الزہراء معصومہ ہیں اور گھر کی بھیدی بھی ہیں ان سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کون پہچان سکتا ہے۔ لیکن انہوں نے برملا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نامرد، بھگوڑے اور دشمنوں کے خوف سے چھپ جانے والا قرار دیا ہے۔ اور معصومہ کا قول ڈھکوصاحب کے نزدیک یقیناً صحیح ہوگا تو کیا ڈھکوصاحب یہ نتیجہ ماننے کے لیے تیار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے بلکہ آپ کے پروردہ ایسے ایسے صحابی بھی تھے؟

باقی رہا مولوی مہر حسین شاہ صاحب کا مجھ پر یہ اعتراض کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں گناہ اور نافرمانی کی نسبت کی ہے تو اس کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اس لیے یہ گناہ اور نافرمانی صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً اور اس وقت کسی صحابی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باقتضائے نص قرآنی قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔

انبیائے کرام کی لغزش

شاہ صاحب موصوف مجھ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ نے اپنی مذکورہ کتاب ”خارجی فتنہ“ کے ص ۵۰۰ پر لکھ دیا ہے کہ: اہل سنت کے نزدیک انبیائے کرام رضی اللہ عنہم سے بھی لغزش کا صدور ہو سکتا ہے۔ ”اور اگر منکرین حدیث آپ سے یہ سوال کریں کہ جب انبیاء رضی اللہ عنہم سے بھی لغزش کا صدور ہو سکتا ہے تو پھر ان کی بات (حدیث) پر کیونکر کلی اعتبار ہو سکتا ہے۔ (کلی چمنی ص ۲۲)

الجواب ①: میں نے اپنی کتاب ”علمی محاسبہ“ میں مسئلہ عصمت انبیاء رضی اللہ عنہم پر مفصل اور مدلل بحث لکھ دی ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب مودودی کی کتاب مولانا مودودی پر

اعتراضات کا علمی جائزہ“ کے جواب میں ہے اور یہ کتاب ((اور مودودی مذہب) وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کی امدادی کتب میں داخل ہے۔ بندہ نے تو اس میں بتوفیقہ تعالیٰ مسلک اہل سنت و الجماعت کو ہی مدلل کیا ہے۔ آپ نے علمی محاسبہ غالباً پڑھا ہوا ہے۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں تو انبیائے کرام ﷺ سے ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش بھی صادر نہیں ہو سکتی البتہ اس کے علاوہ ان حضرات سے لغزش کا صدور ہو سکتا ہے لیکن بذریعہ وحی اس کی بھی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ لیکن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں بھی انبیائے کرام ﷺ سے لغزش کا صدور ہو سکتا ہے بلکہ ہوا بھی۔ اور بندہ نے ان کے اسی عقیدہ و فاسدہ کی اس کتاب میں تردید کی ہے۔ ہاں یہ شیعہ مذہب ہے کہ انبیائے کرام سے لغزش کا بھی صدور نہیں ہوتا اور آپ بھی اس مسد میں شیعہ مذہب ہی کی تائید کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

② آپ پر لازم تھا کہ انبیائے کرام ﷺ سے کسی دائرہ میں بھی لغزش کے صدور نہ ہونے پر کوئی نقلی دلیل پیش کرتے اور اس بات کا حوالہ دیتے کہ یہ اہل سنت و الجماعت کا مسلک ہے؟ قرآن مجید کی بعض آیات میں انبیائے کرام ﷺ کی لغزش کا ذکر ہے (اور لغزش کوئی گناہ بھی نہیں جو عصمت کے منافی ہو) مثلاً:

آیت تحریم

قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پارہ ۲۸ سورۃ التحریم رکوع اول) ”اے نبی! تو کیوں
حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں
کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان“ (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدتاً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر مصلحتِ صحیحہ کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے اس طرح کا اُسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لیے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔ (علمی مجاہد ص ۳۲۲)۔

اس پر بندہ نے یہ لکھا تھا کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ترکِ اولیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو تحریمِ حلال سے تعبیر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں قرآن مجید میں جو الفاظ: ظلم، ذنب، ضلال وغیرہ استعمال ہوئے ہیں ان کی بھی حقیقت مراد نہیں بلکہ صورت مراد ہے۔ وہ نہ صغیرہ گناہ ہیں نہ کبیرہ بلکہ انبیائے کرام کی عظمتِ شان کے پیش نظر وہ ایک زلت (یعنی لغزش) اور ترکِ اولیٰ ہے الخ (ایضاً ص ۳۲۲)

زلت یعنی لغزش کی حقیقت یہی ہے جو عرض کر دی گئی ہے۔ اب اگر اس کو لغزش اور ترکِ اولیٰ بھی نہ مانیں تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا کہ ”اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔“ باقی رہا یہ کہ منکرینِ حدیث اعتراض کریں گے تو وہ تو قرآن کے ان الفاظ پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ کیا اس سے وہ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شرعی حجت نہیں ہے تو ان کو آپ کیا جواب دیں گے؟

حضرت نانوتویؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں: کبھی بھولے چوکے یا تقاضائے محبت بھی انبیاء رضی اللہ عنہم سے مخالفت ہو جاتی ہے البتہ عمداً نہیں ہوتی۔ الحاصل گناہ وہ مخالفت ہے جو عمداً ہو اور باعث مخالفت اس کی محبت و عظمت نہ ہوئی ہو جس کی مخالفت کرتا ہے۔ اگر بوجہ نسیان یا بوجہ تقاضائے محبت و عظمت مخالفت سرزد ہو جائے تو پھر اس کو گناہ نہیں کہتے بلکہ زلت کہتے ہیں۔ جس کا ترجمہ لغزش ہے۔ الخ (مباحثہ شاہجہان پور ص ۳۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی راہ گیر راہ چلا جاتا ہے اور اس راہ کے ساتھ پتھر یا کچھڑگی ہو اور اس سے ٹھوکر کھائی یا پاؤں پھسل گیا۔ اسی سبب سے اس کو زلت کہتے ہیں۔ (تحدیثا عشریہ مترجم اردو ص ۳۰۸)

علامہ علی قاری محدث رحمۃ اللہ علیہ

علامہ علی قاری محدث حنفی کی شرح فقہ اکبر میں ہے:

وقد كانت منهم اى من بعض الانبياء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات اى تقصيرات و خطيات اى عثيرات بالنسبة الى حالهم مالهم من على المقامات وسنى الحالات كما وقع لآدم فى اكله من الشجرة على وجه النسيان او ترك العزيمة واختيار الرخصة الخ.

اور بے شک ان (انبیاء) سے یعنی بعض انبیاء سے مراتب نبوت کے ظہور سے پہلے یا مناقب رسالت کے ثبوت کے بعد لغزشیں ہوئیں یعنی کوتاہیاں اور

خطائیں لغزشیں بہ نسبت ان کے بلند مقامات کے اور اعلیٰ حالات کے جیسا کہ حضرت آدم رضی اللہ عنہ سے ان کے درخت سے کھانے کی وجہ سے ہوا ہے بوجہ بھول یا عزیمت کے ترک کرنے اور رخصت کو اختیار کر۔ ے کے۔ الخ

مندرجہ بالا عبارت میں خط کشیدہ الفاظ متن فقہ ابراہیم کے ہیں جو عموماً امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف سمجھی جاتی ہے امام اعظم انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کی زلات یعنی لغزشوں کا اقرار کر رہے ہیں۔ اور اس کی شرح میں حضرت علی قاری محدث حنفی اس کا مطلب واضح کر رہے ہیں اور زلت و لغزش کا صدور ہونا اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ اب خدا جانے مولوی مہر حسین شاہ صاحب ان عبارات کی کیونکر تردید کرتے ہیں؟

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

سہو و نسیان بر پیغمبر جائز است بلکہ واقع الخ (مکتوبات جلد دوم ص ۷۰ طبع قدیم مکتوب نمبر ۹۶)۔ ترجمہ ”سہو و نسیان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز بلکہ واقع ہے۔“

اس کے بعد اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں (جو مولوی مہر حسین شاہ صاحب موصوف نے بھی کیا ہے) کہ:

واعتماد از احکام شرعیہ برائے چہ مرتفع شود زیرا کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بوجہ قطعی آں سرور را علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام اطلاع بر سہو و نسیان اومی فرمودہ و صواب را از خطا متمیز ساختہ۔ چہ تقریر نبی بر خطا مجوز نیست کہ مستلزم رفع اعتماد است الخ اور احکام شرعیہ سے اعتماد اس لیے نہیں اٹھ سکتا کہ حق تعالیٰ قطعی وحی کے ذریعہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سہو و نسیان پر اطلاع دے دیتا ہے اور صواب

وخطا میں تمیز کر دیتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا خطا پر قائم رہنا جائز نہیں ہے الخ۔

حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ نے یہاں نبی کریم ﷺ کے لیے سہو و نسیان اور نفاکہ صدر ہونا تسلیم کر لیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی بیان کر دی ہے کہ سہو و نسیان وغیرہ پر قائم رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی قطعی اس کی اصلاح فرمادیتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مولوی مہر حسین شاہ صاحب اس عقیدہ اہل السنۃ و الجماعت پر اعتراض کرنے کی جسارت کریں گے؟ ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے ایک نیا شوشہ چھوڑا تھا۔ تاکہ ناواقف لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں۔ واللہ الہادی

شیعہ بھی ترک اولیٰ کے قائل ہو گئے

حضرت آدم رضی اللہ عنہ کی عصمت ثابت کرتے ہوئے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب دھکو لکھتے ہیں:

آیات لَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ (یعنی از درخت کے قریب نہ جانا) میں جو نہی ہے وہ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ تنزیہی تھی اور جناب آدم کا یہ اقدام کوئی گناہ و عصیان نہ تھا بلکہ صرف ترک اولیٰ تھا کہ فقط شیطان کے حلیفہ بیان پر اکتفا کر لی اور خدائے منان سے حقیقت حال دریافت نہ کی الخ

(تجلیات صداقت ص ۲۲۰)

اور میں نے بھی انبیائے کرام رضی اللہ عنہم پر لغزش یعنی ترک اولیٰ ہی کی نسبت کی ہے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی لغزش سے مراد ترک اولیٰ ہی لیا ہے جیسا کہ پہلے ان کی عبارت نقل کر چکا ہوں اور شیعہ مجتہد بھی ترک اولیٰ ہی لکھ رہے تو اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ ان کے لیے کونسا راستہ باقی رہ گیا ہے۔ علمی دینی بحث میں اتنا عناد تو نہیں کرنا چاہیے؟ واللہ الہادی

اہم سوال

یہاں سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعدیل کر دی ہے اور اس وجہ سے وہ عادل ہیں تو پھر ان کو مطلقاً عادل کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ روایت حدیث نبوی میں وہ عادل ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان کا عادل ہونا ضروری نہیں۔ تعدیل ربانی اور تعدیل نبوی میں تخصیص کے لیے کوئی نص بھی تو پیش کریں؟

اعتراض دوم کی بحث

مولانا لعل شاہ صاحب نے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں لکھا ہے:

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر عمان حکومت ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ۴۳ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تادمِ زیت اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دستکش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ اثارِ فتنہ اور تفریقِ امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ بعض کی آواز سفاک دماء اور خوزیزی کے خوف سے حلقوم میں انگ کر رہ گئی۔ کچھ روکنا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے دماغ دی گئیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی اور بعض کو حرص و آرزو نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں اور استحکامِ ولایت یزید کے لیے کوشاں تھے۔ مناصب و عہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں۔ آخر ان کی سعی نامشکور بار آور ہوتی ہے اور یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے..... الخ (استحلاف یزید ص ۳۱۶)

میں نے استحلاف یزید کی منقولہ بالا عبارت پیش کرنے کے بعد لکھا تھا کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اتنی بات تو صحیح ہے کہ امارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کر لی۔ لیکن اس کے بعد جو شاہ صاحب موصوف نے تبصرہ کیا ہے اگر اس سے مراد صحابہ کرام ہی کے افراد ہیں تو یہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے۔ شیعیت کی راہ یہیں سے کھلتی ہے اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی صحابہ کرام کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھنے کا مطلب یہی لیتے ہیں حالانکہ محققین اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام درجہ بدرجہ بیتھون فضلا من اللہ و رضوانا کا مصداق ہیں۔ (اس کے برعکس) خارجیوں نے بھی یہی راستہ اختیار کیا ہے وہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا سیدنا کہہ کر ہی ان کے خلوص و تقویٰ کو مجروح کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۲۲۸)

اور ص ۲۲۸ کے حاشیہ پر بندہ نے لکھا تھا کہ:

بہر حال شاہ صاحب موصوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طریق سے تنقید و مذمت کا ہدف بنایا ہے ناجائز ہے۔

میرے اس تبصرہ کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا قاضی صاحب نے خود بھی اپنی کتاب خارجی فتنہ کے ص ۲۲۹ پر اسی اعتراض کی یوں تصدیق کر دی ہے کہ: صحابہ کرام کے متعلق اتنی بات تو صحیح ہے کہ امارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کر لی۔“

قاضی صاحب۔ گستاخی معاف۔ مندرجہ بالا صحیح بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بخاری کا یہ لکھنا بالکل درست ہے کہ:

”جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے اور کچھ صحابہ امارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش تھے اور بعض کی آوازیں سبک دماہ اور خونریزی کے حلقوم میں اٹک کر رہ گئیں۔ کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دل سے تو یہ بات نکلی کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دوں کہ

خلافت کے حق دار وہ ہیں جو تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کر چکے ہیں مگر خو خزیزی کے خوف سے بات زبان پر نہ آسکی۔ تو معلوم ہوا کہ حلقوم میں انک گئی تھی“ الخ (کھلی چٹھی ص ۱۷)

الجواب ① میرے نزدیک ”اثارتِ فتنہ“ کا مطلب یہ ہے کہ بعض صحابہ نے محض اس لیے یزید کی خلافت قبول کی کہ عدم بیعت کی وجہ سے جھگڑا بڑھے گا اور حامیان یزید اور مخالفین یزید کی باہمی جنگ کا نتیجہ ملک کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ حالات کے تحت ان کی اپنی اجتہادی رائے تھی جس پر انہوں نے عمل کیا۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے جو حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:

”بعض کی آوازیں سنبک دماء اور خو خزیزی کے خوف سے حلقوم میں انک کر رہ گئیں۔“

اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی جان کے خوف سے حق کی بات زبان سے باہر نہ نکالی۔ اگر بخاری صاحب کے نزدیک اس سے مراد بھی اثارتِ فتنہ کا خوف ہوتا تو اس کا ذکر تو وہ پہلے ان الفاظ میں لکھ چکے تھے کہ:

”کچھ صحابہ اثارتِ فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔“

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی انہی صحابہ میں شامل ہیں جو اثارتِ فتنہ سے بچنا چاہتے تھے۔ یہ ”حلقوم میں انک کر رہ گئیں“ کے الفاظ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی توہین پر مبنی نہیں ہیں؟

(ب) صحیح بخاری (کتاب المغازی۔ باب غزوة الاحزاب) کی زیر بحث روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی خود بندہ نے بھی کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم میں پیش کی ہے۔ جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جس آزادی انتخاب اور یزید کی خلافت پر عمومی رضامندی کا عباسی گروہ ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے بالکل غلط ہے۔ لیکن میں نے اس شوخی تحریر کا ارتکاب نہیں کیا جو بخاری صاحب موصوف نے کیا ہے۔

② حدیث بخاری کے حسب ذیل الفاظ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہ کے گلے میں حق بات اپنے کسی خوف کی وجہ سے انک کر نہیں رہ گئی تھی۔ بلکہ وہ اس اجتہادی طرز عمل سے جنت خریدنا چاہتے تھے۔ چنانچہ روایت میں ہے: لفظ کورت ما اعد اللہ لی فی الجنان پس میں نے ان نعمتوں کا خیال کیا جو اللہ نے جنتوں میں تیار کی ہیں اور خاموش رہا ہوں‘ (استخلاف یزید ص ۲۹۷)

کاش کہ مولانا لعل شاہ بخاری، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت شان کو یہاں ملحوظ رکھتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صریح نوہین

محمود احمد عباسی صاحب نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں ”خطابت یزید“ کے عنوان کے تحت ایک واقعہ لکھا ہے جس میں زیاد کی تقریر پر یزید نے تنقید کی ہے۔ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ یہ جلد ۸ ص ۲۲۸ کی نقل کردہ عربی عبارت کا ترجمہ جو عباسی صاحب نے لکھا ہے حسب ذیل ہے:

یزید نے زیاد کو مخاطب کر کے کہا: اے زیاد اگر تم نے یہ سب سمجھ کیا ہو تو ہم ہی تو ہیں جنہوں نے تم کو قبیلہ ثقیف کی ولاء تعلق حلیفی رشتہ سے بنا کر قریش میں ملایا اور قلم کی گھس گھس اور خدمت کاتب سے منبر حاکم تک پہنچایا اور زیاد فرزند عبید غلام سے حرب بن اُمیہ کے اخلاف میں شامل کر لیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنگر بیٹے سے کہا بس اب بیٹھ جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ الخ
عباسی صاحب کی اس پیش کردہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا لعل شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ کے محبوب فرزند نے جسے عباسی صاحب الخطیب الاشدق ثابت کرنا چاہتے ہیں اپنے زور خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شیفتی باپ جو اسے خدا کی امی و اُمی کہہ کر بلائیں

لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے اور استلحاق زیاد کی ساری حقیقت صرف ایک فقرہ میں طشت از بام کردی۔ محمود عباسی نے اس فقرہ کی مدح میں کچھ نہیں کہا حالانکہ یہی فقرہ اصل اصیل ہے جو ساری عبارت میں محوری حیثیت رکھتا ہے اس فقرہ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ زیاد اصل میں عبید غلام کا فرزند تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت نقل کر کے ابوسفیان کے ساتھ لاحق کردی۔ یزید کی زبانی بھی یہ کہانی معلوم ہوگئی کہ زیاد کو قضیہ استلحاق سے قبل زیاد ابن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یزید جوش میں خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا اور راز ہائے سر بستہ افشا ہو جائیں گے فوراً اجلاس فداک ابی وامی فرماتے ہیں اور پھر ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کی توجیہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یزید نے اس سر بستہ راز سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یزید اس وقت ہوش میں تھا یا مدہوش۔ مگر ہم اس کی حق گوئی کی سوا بار قدر کرتے ہیں کہ ۔

فتیہ مصلحت میں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مقصد یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بھی اس استلحاق کو سیاست ہی سمجھتا تھا۔ ورنہ نسب

کا انتقال ظاہر ہے کہ ناممکن ہے الخ (استخلاف یزید ص ۱۵۵)

الجواب: ① روایت میں تو یہ الفاظ ہیں:

”پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سکر بیٹے سے کہا بس اب بیٹھ جاؤ۔ تم پر میرے

ماں باپ قربان۔“

لیکن بخاری صاحب نے اس جملہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے

کی بنیاد بنالیا۔ اور خوب نمک مرچ لگا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تضحیک و تحقیر کردی۔

② بخاری صاحب کا جی چاہے تو حدیث بخاری کو قبول نہ کریں اور جی چاہے تو یزید

کی بات پر مکمل اعتماد کر لیں جس کو وہ فاسق و فاجر، ظالم اور شرابی وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ کیا یہی منصفانہ تحقیق ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جارہانہ حملہ کرنے کے باوجود پھر لکھ رہے ہیں کہ:

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور خاندانی عظمت اسی کی متقاضی ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور قضیہ استحقاق کو ان کی حق پسندی پر ہی محمول کیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہم عصر صحابہ بھی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تقویٰ حق پسندی کے شناسا تھے۔ انہوں نے بھی اس استحقاق کو قبول نہیں کیا الخ (استخفاف بیزید ص ۱۳۳)

استحقاق زیاد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کا اختلاف اجتہاد ہی تھا۔ آپ کو بھی اس اختلاف پر ہی محمول کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد نام کر چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ:

(بیزید نے) ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا۔ اور آخر میں یہ فقرہ چست کرتے ہیں۔

فقیر مصلحت میں سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات سستی میں

⑤ مولانا لعل شاہ اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب دونوں استحقاق زیاد کے مسئلہ میں

ہم زبان ہیں چنانچہ مودودی صاحب نے لکھا:

”زیاد بن سمیہ کا استحقاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی الخ (خلافت و ملوکیت طبع اول ص ۱۷۵)۔

اسی سلسلے میں زیاد کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:

”جو ان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا

مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں الخ (ایضاً ص ۱۷۵)
 اور مولانا لعل شاہ صاحب بھی زیاد میں یہ جوہر تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت معاویہ نے کونسے داعیہ کے تحت یہ اقدام کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی سیاست تھی کہ زیاد کو اپنے ساتھ ملا لیں کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کا مدبر اور بے نظیر صلاحیتوں کا حامل تھا۔“ (استخفاف بزید ص ۱۴۳)

سوال یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرامزادہ جاننے کے باوجود زیاد کی اتنی قدر شناسی کی تھی کہ اس کو اپنا معاون و سپہ سالار بنایا تھا؟ یا اس کو حلال زادہ قرار دیتے تھے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی محدث نے اس سلسلے میں گواہوں کے نام درج کیے ہیں اور منذر کی یہ شہادت نقل کی ہے:

انہ سمع علیاً اشہدان ابا سفیان قال ذلک الخ منذر نے یہ شہادت دی کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان نے یہ کہا تھا (کہ زیاد میرا بیٹا ہے)۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۳ ص ۴۲، ۴۳)

اصابہ کی یہ مکمل عبارت میں نے اپنی کتاب مودودی مذہب میں درج کر دی ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی رائے کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آج کل اس طرح مطعون کرنا بڑی بدنقصی ہے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی توہین

مولانا لعل شاہ بعنوان: ”حضرت ابوسفیان کی داستان“ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت عموماً طائف میں ہوتی تھی۔ قبل از اسلام ایک بار اپنی بعض حاجات کے لیے جب طائف آئے تو ابو مریم السلولی

کے ہاں مہمان ہوئے۔ شراب نوشی کی۔ اپنے اندر قربت مرءة (یعنی عورت) کے تقاضے کو شدت سے محسوس کیا۔ کہ ایک عرصہ غرورت سے گزرا تھا یعنی کچھ عرصہ کسی عورت کے قریب نہیں ہوئے تھے۔ اپنے میزبان سے تذکرہ کیا تو اس نے کہا اهل لک فی سُمیة امرأة عبید آیاسیة امرأة عبید سے کچھ رغبت ہے کہنے لگے وہ رغبت کے قابل تو نہیں مگر اسے ہی لے آؤ۔ ہاتھا فوقع بہا پس ابوسفیان اسی کے ساتھ ہمبستر ہوا۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۵، ص ۳۰۹۔ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۹)۔

ابن خلدون کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اس وقوعہ کے متعلق لکھتے ہیں: فاصا بہا بنوع من انکحة الجاہلیة وہ ایک قسم کا نکاح تھا جو جاہلیت میں رواج پذیر تھا۔ اور دوسرے مؤرخین نکاح کا تذکرہ نہیں کرتے ارنح۔

پھر بخاری صاحب نے علامہ ابن خلدون کی توجیہ کا جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ خود بھی زمانہ جاہلیت کے مختلف قسم کے نکاحوں کا وجود تسلیم کرتے ہیں:

اس اشکال کو اس طرح حل کیا جاسکتا ہے کہ جاہلیت میں چند قسمیں نکاح کی ایسی تھیں جو اسلام نے منسوخ کر دیں چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کا تذکرہ صحیح بخاری میں ہے اور الاعتصام للشاطبی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ارنح (استحلاف یزید ص ۱۳۶، ۱۳۰)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ فتح مکہ پر اسلام لائے اور حضور ﷺ نے آپ کا اسلام قبول فرمایا اور آپ کے گھر کو امان گاہ قرار دیا۔ اور اسلام وہ عظیم نعمت ہے کہ پہلے سارے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر تاریخی روایات، چھانٹ چھانٹ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو زانی اور شرابی ثابت کرنا یہ کونسی اسلامی خدمت اور شرف صحابیت کی پاسداری ہے؟

سب علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین

ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مجروح کرنے کے لیے دوسرے مطاعن کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ:

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، سب دشمن کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد ان کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھاؤنا فعل تھا۔“ (خلافت و ولایت ص ۱۷۴، طبع اول)۔

میں نے ”مودودی مذہب میں“ مودودی صاحب کی اس عبارت پر مختصر تبصرہ کیا ہے اور بعض دوسرے علماء نے بھی جوابات دیے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دام مجدہم (جسٹس سپریم کورٹ پاکستان) نے اپنی کتاب ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق“ میں مودودی صاحب کے اعتراضات کا حسب ضرورت مدلل جواب دے کر رسول اللہ ﷺ کے ان جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ہے۔ لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے بجائے دفاع کے مودودی صاحب کے اعتراضات کی تائید کی ہے۔ گویا کہ مودودی صاحب کی کتاب ”خلافت و ولایت“ متن ہے اور ”استحکاف یزید“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید و جرح کی ہے یہ اس کی شرح ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چنانچہ مولانا لعل شاہ صاحب بعنوان: اقتضائے خلافت راشدہ کی چوتھی دلیل کے تحت لکھتے ہیں:

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ہامصیت کو فروغ حاصل ہوا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بر ملا سب و شتم کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں تاریخ کی مبالغہ آمیز روایات سے صرف نظر کر کے کتب احادیث کی صحیح ترین روایات اور قابل اعتماد اہل تحقیق کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری الخ

اس کے بعد مولانا نائل شاہ صاحب نے ص ۲۱۷ سے ص ۲۳۰ تک سات روایات پیش کی ہیں۔ جن سے سب علی رضی اللہ عنہ ثابت کیا ہے۔ اور مولانا تقی صاحب عثمانی نے سب کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کا جواب دیا ہے۔ آخر میں بعنوان ”ایک انوکھا استدلال“ لکھتے ہیں:

جناب تقی صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت و تطہیر میں لکھتے ہیں: اس کے برعکس اس جستجو کے دوران ایسی متعدد روایات ہمیں ملی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ سے اختلاف کے باوجود ان کا اس قدر احترام کرتے تھے (ان متعدد روایات میں سے ایک روایت یہ ہے) جو تقی صاحب نے دوسرے نمبر پر ذکر کی ہے۔ (اختلاف: یزید ص ۲۳۰)۔

پھر مولانا نائل شاہ بخاری نے اس کا تو جواب دیا ہے۔ لیکن جناب مولانا محمد تقی عثمانی نے جو بعض ایسے حوالجات پیش کیے ہیں جن سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل تسلیم کرتے تھے۔ ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مثلاً روایت نمبر (۱) حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں:

لما جاء خبر قتل عليؑ إلى معاوية جعل يبكي. فقال له امراته ابكيه
وقد قاتلته فقال ويحك انك لا تدريين ما فقد الناس من الفضل
والفقه والعلم (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)

ترجمہ: جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ رونے لگے۔ ان کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ آپ اب ان کو روتے ہیں حالانکہ

زندگی میں ان سے لڑ چکے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم و فضل اور فقہ سے محروم ہو گئے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

یہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے یہ اعتراض تو کیا کہ اب آپ انہیں کیوں روتے ہیں جبکہ زندگی میں ان سے لڑتے رہے لیکن یہ نہیں کہا کہ زندگی میں تو آپ ان

پر سب دشمن کی بوجھاڑ کیا کرتے تھے“ (حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۲۵)

روایت نمبر ۴: علامہ ابن اثیر جزئی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو آخری خطبہ

نقل کیا ہے اس میں ان کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:

لن یا یتکم من بعدی الامن انا خیر منہ کما ان من قبلی کان خیراً منی۔

میرے بعد تمہارے پاس (جو خلیفہ) بھی آئے گا میں اس سے بہتر ہوں گا جس

طرح مجھ سے پہلے جتنے (خلفاء) تھے مجھ سے بہتر تھے۔“

(کامل ابن اثیر ص ۲ ج ۲)۔

روایت نمبر ۴: علامہ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے اصرار کے ساتھ ضرار صدائی سے کہا۔

میرے سامنے علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار صدائی نے بڑے بلیغ الفاظ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی تعریفیں کیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سنتے رہے

اور آخر میں روپڑے پھر فرمایا۔ رحمہ اللہ ابا الحسن رضی اللہ عنہ کان واللہ

کذلک: ”اللہ ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے خدا کی قسم وہ ایسے ہی

تھے۔ (الاستیاب تحت الاصابہ ج ۲ ص ۲۳-۲۴)

روایت نمبر ۵: نیز حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مختلف فقہی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کے

ذریعہ معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ان کی وفات کی خبر پہنچی تو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذہب الفقہ والعلم بموت ابن ابی طالب
”ابن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم رخصت ہو گئے۔“

(الاستیعاب تحت الاما ج ۳، ص ۴۵)

یہ روایات نقل کرنے کے بعد مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا
محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

غرض اس جستجو کے دوران ہمیں اس قسم کی تو کئی روایات ملیں لیکن کوئی ایک روایت
بھی ایسی نہ مل سکی جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ)
خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے۔ خدا ہی جانتا
ہے کہ مولانا مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کس بنیاد پر کس
دل سے عائد کیا ہے؟ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۶-۲۷)۔

مولانا لعل شاہ بخاری نے مولانا تقی صاحب عثمانی کی مندرجہ چار روایات کا کوئی
جواب نہیں دیا۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
مخصوص فضائل کو تسلیم کرتے تھے تو اس کے بعد کیا کوئی صاحب عقل و انصاف آدی یہ کہہ
سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے تھے یا اس کا
دوسروں کو حکم دیتے تھے؟ البتہ روافض ان روایات کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ تعریفی کلمات منافقانہ ہوتے تھے نہ کہ مخلصانہ۔ اب مولوی مہر حسین شاہ
صاحب ہی بتائیں کہ وہ اپنا نام کس کھانہ میں رکھنا چاہتے ہیں؟

مولانا لعل شاہ کا بیجا تعصب

www.KitaboSunnat.com

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

قارئین کو شاید تعجب ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجالسین و وزراء میں حضرت حسن
بن علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ جو جنگ پر

پوری قدرت رکھنے کے باوجود محض تحفظِ دماءِ مسلمین کی خاطر خلافت سے دستبردار ہوئے اور عثمان حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ ابوداؤد کتاب اللباس کی ایک روایت ہماری دعوے کی تصدیق کرتی ہے ملاحظہ ہو: عن بحیرة بن خالد قال وفد المقدم بن معد یکرِب و عمرو بن الاسد و رجل من بنی اسد معاویہ رضی اللہ عنہ ابی سفیان فقال معاویة للمقدم اعلمت ان الحسن بن علی توفی فرجع المقدم فقال فلان اتعدها مصیبة فقال له لم لا اردھا مصیبة وقد وضعه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجره فقال هذا منی و حسین من علی فقال الاسدی جمرۃ اطفأها الله الخ۔

(ابوداؤد جلد دوم ص ۱۱۴) (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۳۲۲)

بحیرة بن خالد فرماتے ہیں کہ مقدم بن معد یکرب اور عمرو بن الاسد اور بنی اسد کا ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم کو کہا کہ تجھے کچھ علم ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہو چکا ہے۔ حضرت مقدم نے انا لله و انا الیہ راجعون کہا۔ فلاں شخص نے سوال کیا۔ آیا تو وفات حسن کو مصیبت سمجھتا ہے کہ انا لله کہہ رہا ہے؟ حضرت مقدم نے فرمایا: ہاں۔ میں کیوں مصیبت نہ سمجھوں کہ آنحضور ﷺ نے اپنی گود میں لے کر فرمایا۔ یہ مجھ سے ہے اور حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے ہے پس اس رجل اسدی نے کہا وہ ایک چنگاری تھی جس کو اللہ نے بجھا دیا۔..... اس روایت میں راوی نے مساحت سے کام لیا اور (اتعدها مصیبة) کے سائل اور ”جمرة اطفأها الله کے قائل دونوں کی پردہ پوشی کی کیونکہ ان کی گفتگو بے اعتنائی تھی۔ لیکن آنکھیں بند کرنے سے حقیقتیں مستور نہیں ہوا کرتیں اتعدها مصیبة کے قائل یقیناً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ رجل اسدی کا قول برائے طلب تقرب و رضائے معاویہ تھا

جیسا کہ شرح حدیث نے بیان کیا ہے۔ شاید اسی لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرزانش نہیں کی شاید وہ یہ سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ۔

ہر بیشہ گماں مبرکہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

حضرت مقدم رضی اللہ عنہ بن معدیکرب پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے حق گوئی کا حق ادا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و آرائش کس قسم کے عناد دل خوش گلو کی نواسخی سے وابستہ تھی۔ لیکن کبھی کبھی مقدم بن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی ہے۔ راوی نے رجل اسدی کے نام کا اظہار نہیں کیا ہمیں بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہم بھی بے نام لیے کہتے ہیں۔

جوشقی حسن بن علیٰ کو جمرۃ من نار کہتے ہیں
اللہ کی ہو پھنکار ان پر ہم سو بار کہتے ہیں

(استحلاف یزید ص ۲۳۲-۲۳۳)

تیسرہ

مولانا نعل شاہ صاحب نے مذکورہ روایت کا باقی حصہ نہیں لکھا جو حسب ذیل ہے:

قال فقال المقدم اما انا فلا ابرح اليوم حتى اغيظك و اسمعك
ماتكره ثم قال يا معاوية ان انا صدقت فصذقتني وان انا كذبت
لكذبتني قال الفعل. قال فانشدك بالله هل سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم نهى عن لبس الحرير قال نعم. قال فانشدك
بالله هل تعلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن لبس
جلود السباع والركوب عليها قال نعم. قال فوالله لقد رأيت هذا

كله فى بيتك يا معاوية فقال معاوية قد علمت الى لم انجو منك
يا مقدام. قال خالد فامر له معاوية بمالم يا مر لصاحبه وفوض لابه
فى المنين ففرقها المقدام على اصحابه قال ولم يعط الاسدى احداً
شيئاً مما اخذ فبلغ ذلك معاوية فقال انا المقدام فرجل كريم
بسط يده واما الاسدى فرجل حسن الامساك لشينه.

(ایضاً ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۳۔ تاشران ایچ ایم سعید کتب خانہ کراچی)۔

عمر و بن عثمان۔ بقیہ بحیر۔ خالد سے روایت ہے کہ مقدام بن معد کرب اور عمرو بن
الاسود اور ایک شخص بنی اسد میں سے جو قمرین کا رہنے والا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان
کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مقدام رضی اللہ عنہ سے۔ کیا تم کو خبر ہوگئی حسن بن علی (یعنی
حضرت امام حسن) کا انتقال ہو گیا۔ مقدام نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔
اس میں وہ شخص بولا۔ کیا یہ بھی تم کوئی مصیبت سمجھے (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون تو
مصیبت کے مقام پر پڑھا جاتا ہے) مقدام نے کہا میں کیونکر اس کو مصیبت نہ سمجھوں
حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا یہ میرا بچہ ہے (یعنی
مجھ پر پڑا ہے کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے بہت مشابہ تھے) اور حسین
علی رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔ یہ سن کر اسدی شخص (معاویہ رضی اللہ عنہ کے خوش کرنے کے لیے) بولا
(معاذ اللہ) ایک انگارہ تھا جس کو اللہ نے بچھا دیا۔ مقدام نے کہا لیکن میں تو آج کے دن
بغیر تم کو غصہ دلانے ہوئے اور برا بھلا سنائے ہوئے نہ رہوں گا۔ پھر کہا اے معاویہ اگر میں
سچ کہوں تو مجھے سچا کہنا اور جو جھوٹ بولوں تو جھوٹا کہنا۔ معاویہ نے کہا اچھا میں ایسا ہی
کروں گا۔ مقدام نے کہا۔ بھلا قسم خدا کی۔ تم نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ منع
کرتے تھے سوتا پینے سے۔ معاویہ نے کہا ہاں سنا ہے پھر مقدام نے کہا بھلا قسم خدا کی تم
جاننے ہو کہ منع کیا آنحضرت نے زرارہ شمی کپڑا پینے سے۔ معاویہ نے کہا ہاں۔ مقدام نے
کہا بھلا قسم اللہ کی تم جاننے ہو کہ منع کیا رسول ﷺ نے درندوں کی کھالیں پینے سے اور ان

پر موار ہونے سے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ مقدم نے کہا پھر قسم خدا کی میں تو تمہارے گھر میں یہ سب کچھ دیکھتا ہوں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے نجات نہ پاؤں گا۔ خالد نے کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم کیا۔ مقدم کو اتنا مال دینے کا جتنا اور ان کے دو ساتھیوں کو نہ دیا۔ اور ان کے بیٹے کا حصہ مقرر کیا، دو سو دلوں میں۔ مقدم نے وہ مال اپنے ساتھیوں کو بانٹ دیا اور اسدی نے اپنے مال میں سے کئی کچھ نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا۔ مقدم تو ایک مخفی شخص ہے جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور اسدی اپنی چیز کو اچھی طرح روکتا ہے۔“ (ترجمہ علامہ وحید الزمان۔ ابوداؤد شریف مترجم اردو جلد سوم ص ۲۷۲۔ ناشر اسلامی اکادمی، ۱۷، اردو بازار لاہور)۔

مولانا لعل شال کی سند سے جہالت

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے اس روایت کی سند اس طرح لکھی ہے۔ عن بحیرة بن خالد اور اردو ترجمہ بھی یہ کیا ہے: ”بحیرہ بن خالد فرماتے ہیں۔“ حالانکہ بحیرہ بن خالد اس روایت کی سند میں کوئی راوی نہیں ہے۔ اس سند کے تین راوی یعنی بقیہ۔ بحیرہ اور خالد جدا جدا شخصیتوں کے نام ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں اس روایت کی سند یوں لکھی ہے حدثنا عثمان بن سعید الحمصی نا بقیة عن بحیر عن خالد (ص ۲۱۴) یہاں ان تینوں راویوں کی ولدیت مذکور نہیں جو حسب ذیل ہے۔ بقیہ ابن ولید۔ بحیر بن سعد۔ خالد بن معدان۔ اور اسلمہ الرجال کی کتابوں میں اس تیسرے راوی خالد کی ولدیت بجائے معدان کے مہر ان لکھی ہے (ملاحظہ ہو۔ تہذیب التہذیب لحافظ ابن حجر عسقلانی بیروت و میزہن الاعتدال للذہبی) لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے بحیر بن خالد لکھ کر بحیر کو خالد کا بیٹا بنا لیا۔ حالانکہ وہ سعد کا بیٹا ہے۔ اور ترجمہ میں بھی بحیر بن خالد ہی لکھا ہے اس لیے اس کو کتابت کی غلطی نہیں کہہ سکتے۔ یہ وہی بخاری صاحب ہیں جو صحیح بخاری کی روایات پر بھی بلا تامل جرح کر دیتے ہیں۔ لیکن ابوداؤد کی اس سند کو سمجھ نہیں سکے۔

④ مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس روایت میں راوی نے مساحت سے کام لیا اور اُتعدھا مصیبة کے سائل اور جمرة اطفالھا اللہ کے قائل دونوں کی پردہ پوشی کی ہے کیونکہ ان کی گفتگو بے انتہا نفرت انگیز بھی تھی لیکن آنکھیں بند کرنے سے حقیقتیں مستور نہیں ہوا کرتیں اُتعدھا مصیبة کے قائل یقیناً حضرت معاویہ ہیں۔

الجواب ① جب آپ اس راوی کو بجائے حق گو کے حق پوش سمجھتے ہیں تو پھر ایسے راوی کی روایت پر آپ اعتماد کیوں کر رہے ہیں؟ اور بالفرض اگر اس نے پردہ پوشی کی ہے تو آپ کو پردہ فاش کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے جس کی وجہ سے آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ سائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے؟ اور ان کی بات کو بلا جھجک انتہائی نفرت انگیز قرار دے رہے ہیں۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے رفیع الشان صحابی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرنا آپ کے مسلک کا تقاضا ہے؟

② روایت کے زیر بحث الفاظ فقال له فلان اُتعدھا مصیبة۔ (پس حضرت مقدم رضی اللہ عنہ کو فلاں شخص نے کہا کہ کیا آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کو مصیبت سمجھتے ہیں) کے تحت محدث العصر حضرت مولانا ظہیر احمد صاحب محدث سہارنپوری لکھتے ہیں:

”ولعله الرجل الامسدى او غيره اور شاید یہ بات کہنے والا وہ مرد اسدی ہے یا کوئی اور۔“ (بذل الجہود شرح ابی داؤد جلد ششم ص ۶۴ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان)

اور قرینہ بھی یہی ہے کہ غالباً اس بات کا قائل وہی مرد اسدی ہے جس نے حضرت مقدم رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ ایک چنگاری تھا جس کو اللہ نے بجھا دیا۔

⑤ مولانا لعل شاہ صاحب اپنی کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک رفیع الشان صحابی اور مجتہد قرار دے چکے ہیں (استحلاف بزیء ص ۱۱۳) تو کیا ایک رفیع الشان اور مجتہد صحابی کا اسلامی کردار اسی قسم کا ہوگا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع پر سب

ایک دوسرے صحابی حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے انا لله وانا اليه راجعون پڑھا تو اتنی بات پر اعتراض کر دیا۔

⑤ یہ وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تھی اور اپنی خلافت ان کے حوالہ کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ شیعہ روایات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

(ملاحظہ ہو۔ جلاء العین حصہ اول مؤلفہ علامہ باقر مجلسی در جال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیا اور یہ وہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لاکھوں روپے وظیفہ لیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر مفسر و محدث لکھتے ہیں:

وحاصل ذلك انه اصطلح معاوية على ان يأخذ ما في بيت المال الذي بالكوفة. فوفى له معاوية بذلك فاذا فيه خمسة آلاف الف وقيل مبعة الالف الف الخ۔ (الهداية والنهاية جلد ۸ ص ۳۱ طبع بیروت)۔

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ یعنی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ ان کو دیا جائے گا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرط پوری کر دی۔ تو کوفہ کے بیت المال میں ۵۰ لاکھ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ستر لاکھ درہم نکلے۔

② حافظ ابن حجر عسقلانی محدث لکھتے ہیں: قدم الحسن بن علي علي معاوية فقال لاجيزينك بجائزة ما اجزت بها احدا بعدك فاعطاه اربعمائة الف“ (الاصابة في تمييز الصحابة جلد اول ص ۳۳ طبع بیروت) یعنی حضرت حسن بن علي رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو اتنا وظیفہ دوں گا کہ نہ اس سے پہلے کسی کو دیا

ہے اور نہ اس کے بعد کسی کو دوں گا۔ پھر آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ۴ لاکھ درہم عطا کیے۔

③ واجری دینہ معاویہ فی کل سنة الف الف درہم وعاش الحسن بعد ذلك عشر سنين. " (ایضاً الاصابۃ) اور حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے لیے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کیے اور اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ دس سال زندہ رہے۔

اب اندازہ لگائیں کہ اس دس سال کے عرصہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کتنا مال حاصل کیا۔

④ حافظ بدرالدین یعنی محدث "حنفی لکھتے ہیں: واجاز معاویہ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بثلثمائة الف والف ثوب وثلاثین عبد او مائة جمل ثم انصرف الحسن المدينة الخ (عمدة القاری شرح البخاری جلد ۱۳ ص ۲۸۳ مطبع بیروت) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو تین لاکھ درہم اور ایک ہزار کپڑے۔ تیس غلام اور ایک سواونٹ عطا کیے۔

شیعہ بھی وظائف معاویہ رضی اللہ عنہ کا اقرار کرتے ہیں

اور شیعہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان وظائف و عطیات کا انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان کے رئیس الحدیث مولانا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

قطب راوندی نے جناب صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن نے امام حسین و عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ جائزہ (یعنی وظیفہ) معاویہ کی جانب سے پہلی تاریخ تمہیں پہنچے گا، جب پہلی تاریخ ہوئی جس طرح حضرت نے فرمایا تھا جائزہ معاویہ پہنچا اور امام حسن بہت قرضدار تھے۔ جو کچھ حضرت کے لیے اس نے بھیجا تھا اس سے اپنا قرضہ ادا کیا اور باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں میں تقسیم

کر دیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا قرضہ ادا کیا اور جو کچھ باقی رہا اس کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اہل بیت اور شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے عیال کے لیے بھیجے اور عبد اللہ بن جعفر نے اپنا قرض ادا کیا اور جو باقی بچا وہ معاویہ کے ملازم کو انعام میں دیا اور جب یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی اس نے عبد اللہ بن جعفر کے لیے بہت مال بھیجا۔ (جلاء السعین مترجم جلد اول مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی فرمائیں کہ کیا اس سے حضرت حس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خیر خواہی ثابت نہیں ہوتی؟ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست تھی تو سوال یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نے (جو ارشاد نبوت کے تحت (مع حضرت حسین رضی اللہ عنہ) جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دس سال کے عرصہ میں کروڑوں درہم وصول کیے ہیں اور وہ بھی اس بیت المال سے جس کے متعلق حضرت مولانا لعل شاہ صاحب اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب دونوں کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کا تصرف ناجائز طور پر کرتے تھے العیاذ باللہ! تو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرعی پوزیشن کیا رہے گی جنہوں نے آپ سے اتنا مال وصول کیا؟ مقام غور ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس غیر اسلامی سیاست کے سامنے کیوں ہتھیار ڈال دیے؟ کیا اس سلسلے میں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت کو مجروح قرار دے کر یزیدی گروہ کا جواب دے سکتے ہیں؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اس عظیم الشان پیش گوئی کے تحت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی مصالحت اور پھر حضرت حسن کی طرف سے کروڑوں درہم وصول کرنے کے طرز عمل نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرافت، خیر خواہی اور دیانت و امانت جیسے اخلاق عالیہ کی پوری تصدیق کر دی ہے اور سابقہ جو مشاجرات و عداوتیں اجتہادی نوعیت کے تھے اور جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہو گئی تھی اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک قسم کی بدظنی کی گنجائش نکل سکتی تھی۔

حق تعالیٰ کی طرف سے یہ سارے انتظامات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور یہی جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک حق ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کا ارشاد

فخر سادات امام الاولیاء غوثِ اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وفات پا جانے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلمانوں میں فتنہ اور فساد اٹھے گا اور خوزیزی ہوگی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایسا کرنے سے رسول مقبول کا قول بھی سچا ہو گیا جو آپ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند سردار ہے ان کے وسیلے سے خداوند تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو خلافت پہنچی تھی وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینے سے پہنچی تھی اور جس سال یہ خلافت مقرر ہوئی تھی اس کا نام سالِ جماعت رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اس میں سب لوگوں کے درمیان اتفاق ہو گیا تھا اور مخالفت درمیان سے اٹھ گئی تھی اور سب نے اتفاق سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری قبول کی اور اس موقع پر دونوں فریق ہی دعویدار تھے کوئی تیسرا فریق موجود نہ تھا کہ مخالفت کرتا اور جو دونوں گروہ حاضر تھے ان کی آپس میں صلح ہو گئی تھی۔“ (غیۃ الطالبین مترجم اردو ص ۱۱۹)

اور میں نے یہی عبارت اپنی کتاب یثارت الدارین ص ۸۲ پر درج کی ہے۔ حضرت بدران بصری کی اس تصریح کے بعد بھی کوئی سید جیلانی ہو یا بخاری، احسنی ہو یا حسینی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کر سکتا ہے؟

کیا حضرت مقدم بھی جھک گئے

روایت کے آخری حصہ میں (جس کو مولانا لعل شاہ صاحب چھوڑ گئے ہیں) مذکور

ہے کہ:

خالد نے کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم کیا مقدم رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دینے کا جتنا اور ان کے دو ساتھیوں کو نہ دیا اور ان کے بیٹے کا حصہ مقرر کیا دو سو والوں میں۔ مقدم رضی اللہ عنہ نے وہ مال اپنے ساتھیوں کو بانٹ دیا اور اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا مقدم رضی اللہ عنہ تو ایک سخی شخص ہے جس کا ہاتھ کھلا ہوا ہے اور اسدی اپنی چیز کو اچھی طرح روکتا ہے۔“ (ابوداؤد مترجم وحید الزمان جلد سوم ص ۲۷۲)۔

فرمائیے! حضرت مقدم رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کے ساتھ جو آئے ہیں یعنی حضرت عمرو بن الاسود تابعی ہیں بلکہ حضرم ہیں اور مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ: ”جس مسلمان نے عہد نبوت پایا اور ملاقات نہیں کر سکا اصطلاح محدثین میں اس کو حضرم کہتے ہیں۔ گویا یہ صحابی اور تابعی کے مابین ایک درمیانی درجہ ہے۔“ (اختلاف یزید ص ۴۲)

تیسرا ایک اسدی شخص ہے۔ ان تینوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال عطا کیا ہے۔ بلکہ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا حصہ بھی دو سو مقرر کر دیا۔ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے اپنا بھی حصہ لیا اور اپنے بیٹے کا بھی۔ اور حضرت عمرو بن الاسود نے بھی اپنا حصہ لے لیا جن کا درجہ تابعی سے بڑا ہے پھر حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وہ عطیہ اپنے احباب پر تقسیم کر دیا البتہ ناراضگی کی وجہ سے اس مرد اسدی کو نہ دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدم کی سخاوت کی تعریف کی اور مرد اسدی کی کجی کا اقرار کیا۔ یہ ہے اس روایت کا

ماحصل۔ جس کو مولانا نعل شاه صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدف طعن بنانے کے لیے پیش کیا ہے۔ اور بڑے جارحانہ انداز میں یہ لکھا ہے کہ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عناد و خوش گلوئی نوانجی سے وابستہ تھی لیکن کبھی کبھی مقدم بن محمد کیرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی تھی اور اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ: رجل اسدی کا قول برائے طلب تقرب و رضائے معاویہ رضی اللہ عنہ تھا جیسا کہ شرح حدیث نے بیان کیا ہے شاید وہ یہ سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ مگر۔

ہر پیشہ گماں مبرکہ خالی است
شاید کہ پلنگ نختہ باشد

حضرت مقدم بن محمد کیرب پر اللہ کی رحمت ہو کہ انہوں نے حق گوئی کا حق ادا کر دیا۔ (استحکاف بزم ص ۲۳۲)

غلط بیانی کی حد ہوگئی

مولانا نعل شاه صاحب کا یہ لکھنا کہ: شاید وہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) سمجھے کہ جب محفل میں سارے شامی ہیں تو اب ظاہر داری کا فائدہ ”نرا اتہام ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو وفد آیا ہے، ان میں ایک صحابی ہیں دوسرے تابعی اور تیسرا شخص اسدی ہے (جس کا نام روایت میں مذکور نہیں) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دی جس پر حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے انا لله وانا الیہ راجعون پڑھا لیکن تو کیا اس کے باوجود بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھ رہے تھے کہ محفل میں سارے ہی شامی ہیں۔ حالانکہ بات ایک صحابی سے ہو رہی ہے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے معتقد اور حامی ہیں۔ اور وہاں دوسرے وہ بزرگ ہیں جو تابعین میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود مولانا نعل شاه صاحب کا یہ شعر یہاں چسپاں کرنا کہ

ہر بیشہ گماں مبرکہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

کس قدر لغو ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ ہر جنگل خالی ہوگا (اور تیرے مقابلے میں کوئی نہیں آئے گا) ممکن ہے وہاں کوئی چیتا سویا ہوا ہو جس کا تجھے علم نہ ہو۔“

② اور پھر یہ لکھا کہ: اس روایت سے معلوم ہوا ہے:

”محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے سنا دل خوش نگہبانی و نواختن سے وابستہ تھی۔“

عجیب و غریب نواختی ہے۔ حالانکہ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک صحابی موجود تھے اور ایک مخضرم (تابعی سے اوپر درجہ والے) ان کے علاوہ ایک تیسرا شخص مرد اسدی تھا۔ یہ تیسرا تو کوئی لغو آدمی ہی ہے لیکن پہلے دو بزرگوں کو مولانا علی صاحب کیا سمجھتے ہیں؟ کیا صحابہ اور تابعین جس محفل میں ہوں وہ قابل تحقیر و استہزا ہوتی ہے؟

③ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے حق گوئی کا فریضہ ادا کر کے اس کے صلہ میں اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار سے انعام و اکرام حاصل کر لیا۔ اور لینے میں کوئی ہنس و پیش نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت مقدم نے عطیہ وصول کرنے کے لیے ہی تو حق گوئی کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا ورنہ اگر ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی صحیح شرعی اعتراض کرنا مقصود ہوتا تو آپ اپنا اور اپنے بیٹے کا انعام کسی طرح بھی قبول نہ کرتے۔ تو اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

علاوہ ازیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ جب اس مرد اسدی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے کہ وہ ایک چنگاری تھی جس کو اللہ نے بجھا دیا تو اس پر حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کوئی زبرد تو بیخ نہیں کی البتہ ناراضگی کا صرف

اتنا اظہار کیا کہ اس کو اپنے مال میں سے کچھ نہ دیا۔ اور پھر یہ گستاخ شخص خود اُن کے ساتھ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ پہلے دربار معاویہ رضی اللہ عنہ کی زینت بنا ہوا تھا۔ تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کی الزام تراشی کا فائدہ؟..... زیر بحث روایت اور اس کے قرائن سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرعی حیثیت سے حضرت مقدم رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناراضگی نہ تھی ورنہ وہ آپ کے عطیات کو بالکل قبول نہ کرتے۔ وہ تو دونوں جلیل القدر صحابی تھے۔ اس حیثیت سے آپس میں کوئی بے تکلفی کی بات ہوگی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں باقی رہا۔ ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کہ: **فوالله لقد رايت هذا كله في بيتك يا معاوية بن ابي سفيان**۔

”بخدا اے معاویہ میں نے یہ سب آپ کے گھر میں دیکھا ہے۔“

یعنی ریشم پہننا، سونا استعمال کرنا اور درندوں کی کھالوں کا لباس وغیرہ۔ روایت کے مذکورہ الفاظ کے تحت حضرت مولانا ظہیر احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای علی اہلک فیہ انما لے بیت الادی من مکروہ او حرام

منسوب الی مالک فی کونہ لاینکروہ (بذل الجہود جلد ششم ص ۶۵)

یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے مراد آپ کے اہل و عیال ہیں۔ کیونکہ اگر

آدی کے گھر میں کوئی چیز مکروہ یا حرام ہو تو اس کو مالک مکان کی طرف منسوب

کیا جاتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ نکیر نہیں کرتا۔

(ب) روایت کے ان الفاظ کے تحت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے

منع فرمایا ہے۔ “ حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ لابس بالفراش الحریر والنوم علیہا وكذا الوسادة

والمراقق والبسط والستور اذا لم یکن فیہا تمایل. وقالوا یکرہ

جمع ذلک وحاصله ان النهی محمول علی التحريم عندہما

وعنده على التنزيه. كان الامام ما حصل له دليل قطعي على كون النهى للتحريم والنصوص على تحريم لبس الحرير لا يشملها لان القعود لا يطلق عليه لبسه فلهذا حكم بالتنزيه وهذا من ورعه في الفروع واما عمله بالتقوى فمشهور لا يخفى الخ۔

(تعلق المحمود علی سنن ابی داؤد)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ریشم کے پھونے اور اس پر سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح ریشم کے ٹکے اور پھونے اور پردے ان میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان پر تصویریں نہ ہوں اور صاحبین (یعنی امام محمد رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب کام مکروہ ہیں۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تزہی ہے اور امام اعظم صاحب کو نہی تحریمی ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی اور جن نصوص (احادیث) میں ریشم کے لباس کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس کو شامل نہیں کیونکہ (ریشمی کپڑے پر) بیٹھنے کو ریشمی کپڑا پہننا نہیں کہتے۔ اسی بنا پر حضرت امام صاحب نے اس کو نہی تنزیہی پر محمول کیا اور یہ فتویٰ میں آپ کی احتیاط ہے ورنہ تقویٰ پر آپ کا عمل کرنا مشہور ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں ”بہر حال ریشمی کپڑوں کے اسی طرح کے استعمال میں (مثلاً پھونے اور ٹکے وغیرہ) میں اجتہادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود تو ریشم استعمال نہیں کیا اور اگر گھروالوں کو آپ نے منع نہیں فرمایا تو آپ کی اجتہادی رائے پر اس کی گنجائش ہوگی۔ اور اسی اجتہادی اختلاف کے پیش نظر حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نے آپ پر اعتراض تو کر دیا۔ لیکن بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطیات بھی وصول کر لیے۔ یہ ہے اس روایت کی اصل حیثیت مگر مولانا لعل شاہ صاحب نے.....

اتی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

مولانا شمس الحق عظیم آبادی

مسک الحمدیث کے ایک عالم مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں:
والمراد بفلان هو معاویہ بن سفیان الخ .

(عون العبود معاویہ سنن ابی داؤد جلد ۴، ص ۱۱۴)

فلاں سے مراد حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔

لیکن ان کی یہ بات مرجوح ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اور اگر مسند
امام احمد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایسا مذکور ہے تو یہ راوی کی غلطی ہی ہے۔
② اسی سلسلے میں مولانا عظیم آبادی لکھتے ہیں:

والعجب کل العجب من معاویة فانه ماعرف قدر اهل البيت حتى
قال ما قال الخ . (ایضاً ص ۱۱۵)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تعجب آتا ہے کہ آپ نے اہل بیت کی قدر نہ
پہچانی حتیٰ کہ کہا جو کچھ کہا۔

ہم کہتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں روپیہ تو دس سال کی مدت میں حضرت امام
حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ کو عطا کر دیا، کیا یہ ان کی قدر و منزلت نہیں ہے اور کیا حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے پر برملا
اعتراض کر سکتے تھے اور اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدم سے یہ فرمایا ہے
کہ اعدھا مصیبة۔ (کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو مصیبت سمجھتا ہے) تو اس کا
منشاء کچھ اور ہوگا۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف لکھتے ہیں:

انما قال الاسدی ذلک القول الشدید السخیف لان معاویة رضی اللہ عنہ
کان ینخلف علی نفسه من زوال الخلفة عنه و خروج الحسن رضی اللہ عنہ
کذا خروج الحسن رضی اللہ عنہ (ایضاً ص ۱۱۶)

اسدی نے یہ سخت اور بیہودہ بات اس لیے کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں آپ کی خلافت کا تختہ نہ الٹ دیا جائے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے خلاف خروج کر دیں۔

الجواب: مولانا عظیم آبادی نے تو یہ عجیب و غریب نکتہ نکالا ہے۔ وہ شارح ابی داؤد ہوتے ہوئے بھی آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے جو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کے متعلق تھی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان ابني هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فيتين من المسلمين.
(فتح الباری شرح البخاری جلد ہفتم ص ۷۴)

اور عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۳ میں ”فیتین عظیمین“ کے الفاظ ہیں یعنی میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

اس صلح کی صورت منجانب اللہ یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال کو عام الجماعة کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال تمام امت مسلمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئی تھی۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد بالاتفاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ ہیں۔ اس کے بعد آپ پر حرف گیری کرنا اور آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شیعیت کا راستہ ہے نہ کہ سنیت کا۔

① آنحضرت کی یہ پیشگوئی وحی خداوندی پر مبنی ہے۔ اس کے بعد یہ احتمال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر کوئی خروج کر سکتے تھے۔ یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں اور گو ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس صلح سے اختلاف تھا لیکن آخر وہ بھی راضی ہو گئے۔ اور سب اہل بیت

نبوت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیت المال سے عطیات لیتے رہے۔ کیا مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی مرحوم کے نزدیک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ندر اندر سے اب بھی انقلاب لانا چاہتے تھے؟ یہ تو محمود احمد عباسی اور اس کی پارٹی کا نظریہ ہے جن کے دلوں میں زلیخ اور ان حضرات اہل بیت کے بارے میں بغض ویر ہے۔

③ مولانا عظیم آبادی موصوف کی اس نکتہ آفرینی سے تو یہ سُوس ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے اندر بھی کوئی بیماری تھی۔ واللہ اعلم۔

کیا علامہ وحید الزمان شیعہ تھے؟

مولوی وحید الزمان صاحب متوفی ۱۹۲۰ء نے صحاح ۳ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ صحیح بخاری کی شرح انہوں نے تیسیر الباری کے نام سے لکھی ہے۔ ان کا نام وحید الزمان اور خطاب وقار نواز جنگ ہے اور مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے بھی ان کا حوالہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”وحید الزمان جناب نواب وقار جنگ خان ارقام فرماتے ہیں: ومعاویة ومن بعدهم ملوک وامراء متغلبون: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ: اور اس کے بعد کے حکمران بادشاہ اور متغلب امیر تھے“ (استحلاف یزید ص ۱۹۷)۔

یہی مولوی وحید الزمان خان صاحب ابوداؤد کی زیر بحث روایت میں فلاں سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی لیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

امام حسن علیہ السلام کے انتقال پر معاویہ کو یہ کہنا کہ یہ مصیبت نہیں ہے مٹی تھا اوپر تعصب کے علی اور اولاد علی سے۔ راضی ہو اللہ اپنے رسول کے اہل بیت سے اور ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے۔“ آمین

(حاشیہ سنن ابوداؤد شریف مترجم جلد سوم، ص ۲۷۳)

(ب) اور اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ جب تک زندہ تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خوف تھا کہیں خلافت ان کے ہاتھ سے جاتی نہ رہے اس واسطے اس اسدی نے معاذ اللہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باعث فتنہ اور فساد خیال کیا۔“ (ایضاً، حاشیہ ص ۲۷۳)

اور غالباً مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی اور علامہ وحید الزمان اس سلسلے میں ہمنوا ہیں۔ اور مولانا لعل شاہ بخاری بھی غالباً انہی کی پیروی میں زیر بحث روایت کی مراد پیش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

① یہ مولوی وحید الزمان صاحب بھی عجیب و غریب شخصیت ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ کڑستی حنفی تھے۔ پھر حنفیت کو چھوڑ کر غیر مقلد بن گئے اور پھر مسلک اہل حدیث کو بھی خیر باد کہہ کر مسلک شیعیت اپنالیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو ”حیات وحید الزمان مؤلفہ مولانا محمد عبدالحلیم چشتی۔

بغضِ معاویہ رضی اللہ عنہ

مولوی وحید الزمان صاحب نے لکھا ہے کہ:

ایک سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف و توصیف کرے البتہ ہم اہل سنت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں اس لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے۔ اور یہی اسلام اور قرین احتیاط ہے۔ مگر ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بیباکی ہے اللہ محفوظ رکھے۔

(بحوالہ وحید اللغات مادہ عز) (ایضاً حیات وحید الزمان ص ۱۰۹)

حالانکہ تمام اہل السنۃ والجماعت حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مولوی وحید الزمان صاحب کا اپنے آپ کو سنی کہنا خلاف واقعہ ہے۔

① شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے

اپنی تائید میں لکھتے ہیں:

چنانچہ حضرت علامہ وحید الزماں (مترجم صحاح ستہ) اپنی مشہور کتاب انوار اللغہ پ ۱۳، ۱۰۹ مطبوعہ بنگلور پر معاویہ کی صحابیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”ہم اہل سنت و جماعت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ ان پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ لفظ صحابیت سے بدون ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے بی بی سلمہ نے آنحضرت سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے۔ الخ (تجلیات صداقت ص ۴۸۴)

② علامہ وحید الزماں انوار اللغہ پ ۲۷ ص ۲۰ پر اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ اللهم اجعلہ ہادیاً مہدیاً کی حدیث (معاویہ کے حق میں) صحیح نہیں ہے۔ جیسے امام احمد اور امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی اور اس کی عدم صحت کے قرائن یہ ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے خلاف شرع کام کیے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ ہدایت۔ مثلاً زیاد کے نسب کا الحاق ابوسفیان سے۔ حجر بن عدی کا قتل۔ یزید کے لیے بالجبر اور بہ مکر و فریب بیعت کرانا۔ نقص اس معاہدہ کا جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا تھا وغیرہ وغیرہ (ایضاً تجلیات صداقت ص ۴۹)۔

③ یہی شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب انوار اللغہ پ ۲۱ ص ۱۳۵ کے حوالہ سے مولوی وحید

الزماں کی حسب ذیل عبارت پیش کرتے ہیں کہ:

”جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ قسم خدا کی میری محبت اور معاویہ کی

محبت دونوں مومن کے دل میں جمع نہ ہوگی۔“

(۵) نیز مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:

”بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرت کی کوئی خدمت اور جانثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔ ہر دن مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ رائے دی کہ علی اور طلحہ اور زبیر کو قتل کر ڈالیں۔“ بحوالہ وحید اللغات مادہ عز (حیات وحید الزماں ص ۱۰۹)

تفضیلی شیعیت

مولوی وحید الزماں خاں صاحب کے متعلق مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی

لکھتے ہیں:

”افسوس حیدرآباد میں امراء کی صحبت۔ دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنیۃ بالجیب مولفہ ملا معین ٹھنصوی التونی ۱۱۶۱ھ اور شیخ طوسی کی مجمع البحرین کے مطالعہ نے اخیر عمر میں اہل بیت سے محبت غلو کے درجہ میں پہنچادی تھی اور تفضیلی قسم کے تسنن کا رنگ غالب آ گیا تھا۔ آپ نے اس کو تبلیغی انداز میں جا بجا بیان کیا ہے لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما دونوں میں کون افضل ہیں۔ لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملی نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے۔ زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے۔“

(وحید اللغات مادہ عثم) (حیات وحید الزماں ص ۱۰۳)۔

② ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے

بھی یہی۔ آپ بالحاظ قرابت قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق۔ مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے کوئی صاف اور صریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمایا اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بالحاظ مصلحت وقت ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنایا۔ تو آپ مبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقاتلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا اور اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ پہلے ابو بکر خلیفہ ہوں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی رضی اللہ عنہ اس میں یہ حکمت تھی کہ چاروں کو خلافت مل جائے۔ اگر جناب امیر پہلے پہلے پہل خلیفہ ہو جاتے تو یہ تینوں صاحب اس فضیلت سے محروم رہتے۔

بحوالہ وحید اللغات مادہ عجز (حیات وحید الزمان، ص ۱۰۶، ۱۰۷)۔

وحید الزماں کی کربلائییت

مولوی وحید الزمان حضرت حسینؑ کے مدفن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مدینہ طیبہ میں قبہ اہل بیت میں مدفون ہے اور جسد مبارک بالاتفاق کربلائے معلیٰ میں ہے۔ دمشق میں عجیب اتفاق ہوا جب میں اس گنبد کی زیارت کو گیا تو اس کے پاس جاتے ہی واقعہ شہادت آنکھوں میں پھر گیا اور میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ سارے عرب لوگ جو حاضر تھے تعجب کرنے لگے وہ میرا رونا سمجھتا ہی نہ تھا۔ بار بار عربی زبان میں کہتا۔ ہائے ہماری قسمت کہ ہم آپ کے بعد پیدا ہوئے اگر اس وقت ہوتے جب آپ کربلائے معلیٰ میں گھر گئے تھے تو پہلے ہم آپ سے تصدق ہو جاتے پھر کوئی ملعون آپ پر ہاتھ ڈالتا۔“ بحوالہ وحید اللغات مادہ درف“ (حیات وحید الزمان ص ۱۱۲)

① نیز لکھتے ہیں:

اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسین کی

شہاد کج محرم میں ہوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا۔ مترجم کہتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز شوال سے کر لیں تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں کھائیں پیئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کی وجہ سے غم کا مہینہ ہو گیا ہے۔ دوسری توینہ سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مسلمان روتے پٹیتے اور غم کرتے ہیں۔ وحید اللغات مادہ عود (حیات وحید الزماں ص ۱۱۲)۔

تبصرہ

علامہ وحید الزمان خان صاحب نے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے وہ واضح شیعیت ہے اسی لیے شیعہ غالی مجتہد ڈھکو صاحب نے ان کی عبارات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے جس کی مسک اہل السنۃ والجماعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

② حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کا غم منانے کا جو نظریہ پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اسلامی سال کی ابتدا ماہ محرم کے بجائے ماہ شوال سے کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں یہ سو فیصد سے بھی زیادہ ان کی ماتمیت اور شیعیت کی واضح دلیل ہے۔ جس کا مذہب اہل السنۃ والجماعت سے کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہے۔

③ خلافت و امامت کے متعلق انہوں نے جو نظریہ پیش کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے۔ یہ بھی شیعہ نظریہ خلافت ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برداشت کرنے اور اپنی خلافت کے حصول کے لیے طاقت استعمال نہ کرنے کی جو وجہ انہوں نے لکھی ہے کہ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقاتلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا الخ یہی توجیہ شیعہ علماء و مجتہدین پیش کرتے ہیں۔ اور اس کو بھی امام محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ روایت ہے۔

عن ذرارة عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا
اذبا یعوا ابابکر لم یمنع امیر المؤمنین علیہ السلام من ان یدعوا الی

نفسه الانظراً للناس وتخولاً عليهم ان يرتدوا عن الاسلام فيعدوا
الاوثان ولا يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله وكان
الاحب اليه ان يقرهم على ما صنعوا من ان يرتدوا عن جميع
الاسلام الخ۔ (فروض کافی جلد ۳۔ کتاب الروضہ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ)

زرارہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے جب
(حضرت) ابوبکر کی بیعت کر لی تو حضرت علیؑ کے لیے اپنی طرف لوگوں کو بلانے
میں سوائے اس کے اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ آپ کو اس بات کا خوف تھا کہ اگر
ابوبکر کی بیعت سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر
جائیں گے اور بتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں گے اور لا اله الا الله محمد
رسول الله کی شہادت نہیں دیں گے۔ اور آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ ان کو
ابوبکر کی بیعت پر قائم رکھیں اور اسلام سے بالکل مرتد نہ ہوں۔

واہ خوب۔ حضرت علی المرتضیٰ کی حسب عقیدہ شیعہ کیا ہی عجیب و غریب خلافت
بلا فصل ہے جس کا اقرار وہ کلمہ و اذان میں بھی کر رہے ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں
ہے۔ بہر حال مذکورہ بالا عبارات کے پیش نظر علامہ وحید الزماں صاحب کو اہل سنت
والجماعت میں شمار کرنا بہت مشکل ہے اور طرفہ یہ ہے کہ انہوں نے سنی بن کر یہ عقائد
زبردستی اپنی کتاب لغت میں بیان کیے ہیں۔ اور باوجود اس کے مولانا لعل شاہ صاحب بھی
مولوی وحید الزماں خاں موصوف کو اکابر اہل سنت میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ بعنوان:
اکابر اہل سنت کی آراء نمبر ۱۳ کے تحت لکھتے ہیں:

وحید الزماں جناب نواب وقار جنگ خان ارقام فرماتے ہیں:

ومعاوية ومن بعدهم ملوك وامراء متغلبون:

”حضرت معاویہ اور اس کے بعد کے حکمران بادشاہ اور مغلط امیر تھے۔“

(کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق ص ۸، اختلاف بیزید ص ۱۹۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف فرد جرم

مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

ان امور کی تصحیح جن کی وجہ سے حضرت معاویہ پر تکبیر کی گئی۔

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

وقد روى عن الحسن البصرى انه كان ينقم على معاوية اربعة اشياء

قتاله عليا. قتله حج بن عدى واستلحاقه زياد بن ابيه ومبايعته ليزيد

ابنه. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ پر چار چیزوں کی قیمت

کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنا اور حجر بن عدی کو قتل کرنا اور زیاد

بن ابیہ کو اپنے باپ ابوسفیان سے لاحق کرنا اور اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد

بنانا۔ (استحلاف یزید ص ۱۳۳)۔

اس کے بعد بخاری صاحب موصوف نے ان چاروں امور پر مفصل بحث کر کے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قرار داد جرم لگادی ہے۔

مودودی صاحب بھی یہی کہتے ہیں

جماعت اسلامی کے بانی و امیر اول نے بھی لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ

فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا

ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ ایک ان کا اس امت پر تلوار

سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لینا درآں حالیکہ امت میں

بقایائے صحابہ موجود تھے۔ دوسرے انکا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا حالانکہ وہ شرابی

اور نشہ باز تھا۔ ریشم پہنتا اور طورے بجاتا تھا۔ تیسرے ان کا زیاد کو اپنے خاندان

میں شامل کرنا حالانکہ نبی ﷺ کا صاف حکم موجود تھا کہ اولاد اس کی جس کے بستر پر وہ پیدا ہو۔ اور زانی کے لیے کنکر پتھر ہیں۔ چوتھے ان کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینا۔ (خلافت و ملوکیت، ص ۱۶۶ طبع اول)۔

شیعہ بھی یہی کہتے ہیں

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

”آخر کلام میں مشہور تابعی حسن بصریؒ کا قول درج کر کے اس بحث کا خاتمہ کیا جاتا ہے وہ کہا کرتے تھے۔ معاویہ میں پانچ خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے اندر ہوتی تو اس کی ابدی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔

① اس نے امت محمدیہ پر تلوار کھینچی اور افاضل صحابہ کی موجودگی میں بلا مشورہ تخت پر قابض ہو گیا۔ ② اپنے شراب نوش بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنایا جو ریشمی لباس پہنتا تھا اور سارنگی و طنزورہ بجاتا تھا۔ ③ زیاد کو اپنا بھائی بنایا حالانکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ لڑکا صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے کنکر ④ جناب حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو شہید کرایا۔ جن کا خون اس کی گردن پر زبردست وبال ہے۔“ (تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱۔ طبری جلد اول ص ۵۷۔ کامل جلد ۳ ص ۲۳۲۔ تاریخ ابوالفداء ج اول ص ۱۹۶) تجلیات صداقت ص ۳۹۳ اثبات الامامت ص ۳۶۷ مولفہ ڈھکو صاحب)۔

اور یہی چار الزام علامہ وحید الزماں نے حضرت معاویہؓ پر لگائے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کی عبارت بحوالہ ”تجلیات صداقت“ نقل کی جا چکی ہے۔

الجواب: مولانا نائل شاہ صاحب نے البدایہ والنہایہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ بلا سند ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے کون روایت کرنے والا ہے؟ معلوم نہیں۔ بیشک حضرت حسن بصریؒ ایک جلیل القدر تابعی ہیں لیکن حضرت امیر معاویہؓ بقول مولانا نائل

شاہ صاحبہ بھی رفیع الثنا صحابی ہیں۔ حضرت حسن بصری ان کے خلاف یہ قرارداد کیونکر پاس کر سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے اصحاب کے بارے میں یہ ارشاد ثابت ہے۔
 اللہ اللہ فی اصحابہی لاتخذوہم غرضاً من بعدی (میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور ان کو طعن کا نشانہ نہ بنانا الخ۔

⑥ امام فخر الدین رازیؒ آیت من قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيَّهِ سُلْطٰنًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) ”اور جو کوئی مارا جائے مظلوم پس تحقیق کیا ہے ہم نے واسطے والی اس کے غلبہ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدثؒ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه قال قلت لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وایم اللہ لیظہرن علیکم ابن ابی سفیان لان اللہ تعالیٰ یقول ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه ساطناً فقال الحسن واللہ مانصر معاویة علی علی رضی اللہ عنہ الا یقول اللہ تعالیٰ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سُلْطٰنًا. واللہ اعلم.

(تفسیر کبیر جلد ۳، ص ۳۹۷ طبع بیروت۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی قسم (معاویہ) ابن ابی سفیان آپ پر ضرور غالب آجائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مظلوم قتل ہو جائے ہم نے اس کے ولی کے لیے غلبہ بنا دیا ہے اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس آیت کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

یہ ہے امام حسن بصریؒ کا قول جس کی حضرت ابن عباسؓ کے ارشاد سے تائید ہوتی ہے اور جب حضرت حسن بصریؒ اس آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استنباط کر رہے ہیں تو پھر یہ بات کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے

خلاف اس طرح کا بیان دیا ہو جس کی بنا پر مولانا لعل شاہ، ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ وحید الزماں اور مولوی محمد حسین ڈھکو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو مجروح کر رہے ہیں اور اگر بالفرض امام حسن بصریؒ نے ایسا فرمایا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کاموں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہو گئی تھی۔

③ حافظ ابن کثیر محدث برہانہ نے بھی اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وقد اخذ الامام الحبر ابن عباس من عموم هذه الآية الكريمة ولاية معاوية السلطنة انه سيملك لانه كان ولي عثمان وقد قتل عثمان مظلوماً رضى الله عنه وكان معاوية يطالب علياً رضى الله عنه ان يسلمه قتلته حتى يقص منهم لانه اموى وكان على رضى الله عنه يستمهله في الامر حتى يتمكن ويفعل ذلك ويطلب علياً من معاوية ان يستمه الشام فيأبى معاوية ذلك حتى يسلمه القتل و ابى ان يبائع علياً هو واهل الشام ثم مع المطاولة تمكن معاوية و صار الامر اليه كما قاله ابن عباس واستنبطه من هذه الآية الكريمة وهذا من الامر العجيب الخ (تفسیر ابن کثیر جلد ثالث ص ۳۹ مطبوعہ لاہور)۔

④ علامہ سید امیر علی صاحب بیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء مترجم فتاویٰ عالمگیری نے بھی اپنی تفسیر مواہب الرحمن میں مذکورہ آیت کی تفسیر کے تحت حافظ ابن کثیر کی مندرجہ عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ انہی کی عبارت میں حسب ذیل ہے:

امام ابن کثیرؒ نے یہاں ایک لطیف استنباط نقل کیا یعنی قوله تعالیٰ: من قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا میں لکھا ہے کہ امام الحرم ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے عموم سے نکالا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہو جائے گی اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی وہی تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہما کا مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلوں کو مجھے سپرد کیجیے تاکہ میں ان سے قصاص لوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مہلت چاہتے تھے کہ امر خلافت میں جو فتنہ پھیل گیا ہے وہ فرو ہو جائے۔ اور بات جم جائے۔ اور بات جم جائے تو ایسا کیا جائے گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے چاہتے کہ شام کا ملک سپرد کرو۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا یہاں تک کہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہما کو سپرد کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی بیعت سے بھی انکار کیا اور تمام شام کے اہل اسلام ان کے ساتھ ہو گئے۔ پھر انجام کو جس طرح ابن عباس نے استنباط کیا تھا وہی ہوا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہما پر مستقر ہو گئی اور یہ عجیب بات اور عجیب استنباط ہے۔ الخ

(تفسیر مواہب الرحمن جلد ۱۵، ص ۹۰ مکتبہ رشیدیہ لاہور)

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا استنباط مذکورہ قرآنی آیت سے کیا ہے اور آپ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد بھی ہیں تو مولانا لعل شاہ صاحب کے لیے (جو فاضل دیوبند بھی ہیں) کسی طرح بھی یہ جائز نہ تھا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسی ایک عظیم شخصیت کے خلاف اس طرح مفصل جرح کرتے (جس کا مظاہرہ انہوں نے اپنی کتاب ”استخلاف یزید“ میں کیا ہے)۔ جو شیعہ علماء و مجتہدین کا مذموم شیوہ ہے۔

⑤ مذکورہ چار الزامات میں سے ایک الزام کے متعلق شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب نے لکھا ہے کہ: ”مشورہ تحت پر قابض ہو گیا۔“ اور مودودی صاحب نے لکھا ہے: ”اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لیا۔“ حالانکہ یہ سب بہتان ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر زبردستی قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رضامندی سے اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے ان کی بیعت خلافت کر لی تھی۔ اور ساری عمر حضرت معاویہؓ سے وظائف و عطیات لیتے رہے اسی بنا پر اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما تمام مملکت اسلامیہ

کے برحق خلیفہ تھے۔ رضی اللہ عنہما

⑥ مذکورہ چار امور میں سے سب سے اہم اور منزلہ الاقدام بحث جنگ صفین کی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین واقع ہوئی اور جس میں فریقین کی طرف سے ہزار ہا ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس کے باوجود بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ کرام سے اس میں اجتہادی خطا سرزد ہوئی ہے۔ یہ نہ حقیقتاً گناہ ہے نہ فسق چہ جائیکہ کفر و نفاق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فریق ثانی کو حقیقتاً باغی نہیں قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فریق ثانی کے اسوات کی بھی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ اور ان کو بھی جنتی قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے:

مئل علی عن قتال يوم الصفين فقال قتلانا و قتلنا هم في الجنة.

(کنز العمال جلد ششم واقعہ صفین)

اور صفین کے قتال کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

کہ ہمارے مقتول اور ان کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔

تو جب جنگ و قتال کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجتہادی خطا منسوب کی جاتی ہے اور اس پر بھی آپ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آپ کے حامی تھے حسب حدیث بخاری ایک اجر کے مستحق ہیں۔ تو اس سے کم درجہ کے اختلافی امور میں یعنی استحقاق زیاد۔ استخفاف یزید اور حضرت حجر بن عدی کے قتل کے سلسلہ میں ان کو طعن و ملامت کا کیونکر ہدف بنایا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ان میں بھی آپ نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو یہ کتنی بری ناانصافی ہے کہ مولانا لعل شاہ بخاری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مجتہد اور رفیع الشان صحابی مان کر بھی ان پر جرح و طعن میں کتنے صفحات سیاہ کر رہے ہیں۔ واللہ الہادی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

خلافت کا جو استنباط کیا ہے اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطا کیوں منسوب کی جاتی ہے جبکہ ان کی خلافت بھی قرآنی آیت سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت نص قرآنی سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک استنباطی نکتہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نکالا ہے اور برعکس اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفائے ثلاثہ کی طرح آیت استحلاف اور آیت حکمین کی نص سے ثابت ہوتی ہے اور نص اور استنباط میں بڑا فرق ہے۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی استنباطی خلافت کا تعلق بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد کے دور سے ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اور کوئی خلافت مستحق نہیں تھا اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے کئی نزاع نہیں کیا تھا بلکہ آپ کا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مطالبہ صرف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کا تھا البتہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا لیکن اس میں حکمین سے بھی اجتہادی خطا کا صدور ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کی مفصل بحث خارجی فتنہ حصہ اول میں کر دی گئی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور کتابت وحی

مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجملہ ان کا تبین کے تھے جو رسالت مآب ﷺ کے دربار میں کتابت کے کام پر متعین تھے چنانچہ عبدالصمد خان صاحب نے مکاتیب رسول میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے بعض مکتوبات کی نشاندہی بھی کی ہے بحوالہ طبقات ابن سعد ج اول ص ۲۲۶) مشہور یہ ہے کہ وہ کاتب وحی تھے جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

معاویة ابن صخر خال المومنین وکاتب وحی رب العلمین (الہدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۷) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مومنوں کے ماموں اور کاتب وحی تھے۔ “لیکن کاتب وحی کا قول متفق علیہ نہیں۔ الخ (استحلاف بڑی ص ۱۳)۔“

تبصرہ

اس بحث کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا حضور رحمۃ اللعالمین، امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب مقدسہ کی کتابت کرنا اور وہ بھی حضور ﷺ کے ارشاد کے تحت کیا کوئی معمولی شرف و سعادت ہے۔

ایں سعادت ہر بازو نیست

ہا نہ بخندہ خدائے بخندہ

لا اشبع الله بطنه كاطعن

مولوی مہر حسین شاہ صاحب امام نسائی کے حالات میں بستان الحدیث مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک شخص نے پوچھا (یعنی امام نسائی سے) کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہی کافی ہے کہ برابر برابر چھوٹ جائیں۔ ان کے مناقب کہاں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھے ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث لا اشبع الله بطنه کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ پھر کیا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پینا شروع کیا..... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا اور مرہ کے درمیان دفن کیے گئے ۱۳ صفر ۴۰۳ھ میں ہجر کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ الخ

(حاصل من مناقب رضوی مترجم عرض ناشر ص ۴)

شیعہ مجتہد ڈھکو

مولوی محمد حسین شیعہ مجتہد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطامن میں یہ روایت پیش

کر۔ تہ ہوئے لکھتے ہیں:

امام اہل سنت نسائی (صاحب سنن نسائی) سے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے کی استدعا کی گئی انہوں نے کہا ما اعرف له فضيلة إلا لا اشيع الله بطنه: ”میں ان کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے لا اشيع الله بطنه (خدا اس کا پیٹ نہ بھرے) کے۔“ (استیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۳۰۱ وغیرہ)۔ جناب رسول خدا نے کسی کام کے سلسلہ میں معاویہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اس نے واپس جا کر عرض کیا کہ وہ کھ، کھار رہا ہے۔ دوبارہ بھیجا پھر اس نے جا کر یہی کہا۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا لا اذع الله بطنه اس بددعاء کا اثر یہ ہوا کہ کہتے ہیں ان کے دسترخوان پر سوطر کے کھانے رکھے جاتے تھے اور وہ کھاتے کھاتے آخر میں کہتے۔ پیٹ تو نہیں بھرا لیکن منہ تھک گیا ہے۔ یہ اثر تھا اس بددعاء کا جو آنحضرت نے ان کو دی تھی ”لا اشيع الله بطنه“ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے (انوار اللغۃ مولفہ وحید الزمان^۱ پ ۲، ص ۶۸) (تجلیات صدقات، ص ۳۸۹)۔

۱ رام چندر، پگھن، زرتشت، بدھ وغیرہ پیغمبر تھے وحید الزماں

علاء وحید الزماں خاں لکھتے ہیں:

ولهذا ما ينسب لنا ان نجحد نبوة الانبياء الآخرين الذين لم يذكرهم الله سبحانه في كتابه وعرف بالتواتر بين قوم ولو كفار انهم كانوا انبياء وصلاحاء كراما جندرا والجهنم وكشن جى بين الهندوزرتشت بين الفرس وكفسوس وبلها بين اهل الصين و جاہان وسفراط و ليشا غورس بين اهل ونا الخ (حدیہ المہدی حصہ اول، ص ۸۵ مطبوعہ دہلی) ”اور اسی وجہ سے ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم دوسرے پیغمبروں کی نبوت کا انکار کریں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں کیا اور ایک قوم کے درمیان خواہ وہ کافر ہیں مشہور ہے کہ وہ انبیاء اور صلحاء تھے۔ مثلاً راجندر، پگھن، گشن جی ہندوؤں میں۔ ورتشت، فارسیوں میں اور کنفسوس اور بدھ اہل چین اور جاپان میں ستراط اور لیشا غورس یونانیوں میں ارتخ۔“

وحید الزماں صاحب کا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے کیونکہ ان شخصیتوں کی نبوت کی نص سے ثابت نہیں۔ اور انیس کے کسی شخص کو نبی تسلیم کرنا منصب نبوت سے استہزا کرنا ہے۔

یہ ہے وحید الزماں صاحب کی ذہنیت کا بگاڑ، جہرت، جہرت، جہرت۔

الجواب: ① مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی کتاب بستان المحدثین کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے۔ اور پھر احوال امام نسائی کے تحت ص ۳ پر یہ الفاظ لکھے ہیں:

کہا کہ میں ان کی فضیلت میں اس کے سوا کوئی حدیث نہیں جانتا۔ لا اشبع اللہ بطنہ یعنی خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔

اس روایت کے لیے انہوں نے تہذیب الکمال، اشعۃ اللمعات اور وفیات الاعیان کا حوالہ دیا ہے۔

② شیعہ مجتہد ڈھکو صاحب نے یہ روایت علامہ وحید الزماں کی کتاب انوار اللغہ سے نقل کی ہے جن کے متعلق پہلے ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ آخر میں شیعہ عقائد کے حامی ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو ان کو کھلم کھلا بغض تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ زیر بحث روایت کے ساتھ اس عبارت کا اضافہ کر دیا ہے کہ:

اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ..... وہ کھاتے کھاتے آخر میں کہتے پیٹ تو نہیں بھرا لیکن منہ تھک گیا ہے۔

حالانکہ بستان المحدثین، وفیات الاعیان اشعۃ اللمعات۔ الاستیعاب اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للعلامة القاری المحدث الحنفی میں یہ الفاظ بالکل نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے ہی بسیار خور تھے تو ان کے دسترخوان سے حضرت امام حسن وغیرہ حضرات نے کیوں لطف اٹھایا ہے۔ اور لاکھوں، کروڑوں روپے ان سے بطور عطایا و وظائف کیوں لیتے رہے ہیں۔ کیا جس شخص کو آنحضرت ﷺ کی بددعا گلی ہو اس کو یہ ائمہ اہل بیت اپنا حسن بنا سکتے ہیں؟ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

③ اگر رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرمایا کہ لا اشبع اللہ بطنہ (خدا اس کا پیٹ نہ بھرے) تو یہ بددعا نہیں درحقیقت دعائے رحمت ہے کیونکہ

حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ایما رجل من امتی سبته سبۃ او لعنته لعنة فی غضبی فانما انا من ولد ادم اغضب کما تغضبون وانما بعثنی رحمة للعالمین فاجعلها علیهم صلوة یوم القیمة۔ الخ (ابوداؤد جلد دوم کتاب السنۃ ص ۲۸۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیان میں یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں سے جس شخص کو میں سب کر دوں یا اس پر لعنت کر دوں غصہ کی حالت میں تو بے شک میں اولاد آدم میں سے ہوں جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے اسی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے اللہ تو اس کو ان کے قیامت کے دن رحمت بنا دے۔ الخ

لیجئے معاملہ برعکس ہو گیا۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب اور شیعوں نے جو حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے کے لیے پیش کی تھی وہ ان کے لیے رحمت ثابت ہو گئی۔ اور حضور ﷺ کے الفاظ صرف آخرت میں ہی رحمت نہیں بنیں گے دنیا میں بھی ان کی تعبیر یہ نکلی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک وسیع و عریض مملکت اسلامیہ کا متفق علیہ خلیفہ بنا دیا۔ جن کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ پھیلتا گیا اور آپ کے بیت المال سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جیسی جنتی شخصیتیں مالا مال ہوتی رہیں۔ یہ ہے لاشع اللہ بطنہ کا مبارک انجام کہ آپ جو دستخا کا منبع بن گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

④ استعیاب میں یہ روایت جبرامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور یہ وہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے ایک قرآنی آیت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استنباط کیا ہے۔ اگر آپ حضور اکرم ﷺ کے الفاظ لا اشبع اللہ بطنہ کو حقیقتاً بدعالتے تو ان کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کیونکر آ سکتی تھی

بہارِ نبویؐ کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان کی توجہ قرآن سے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو کرنے کی طرف کی گئی ہو سکتی تھی۔

حضرت معاویہؓ از روئے حدیث جنتی ہیں

⑤ حضرت معاویہؓ کے فضائل تحت خود مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

حضرت ام حرامؓ روایت فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ محو خواب استراحت ہوئے۔ جاگے تو مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا: ما یضحکک یا رسول اللہ ﷺ حضرت کوئی چیز ہلسی کا باعث ہوئی فرمایا ناس من امتی یغزون البحر مثل الملوک علی الأسرۃ۔ میری امت میں سے کچھ لوگ جہاد کے ارادہ سے سمندر میں سوار ہوئے جیسے بادشاہ تختوں پر جلوہ گرتے ہیں۔ حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ میں ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا ما یضحکک یا رسول اللہ ﷺ حضرت کوئی چیز باعث تبسم بنی۔ حضور نے پہلے کلمات کا اعادہ فرمایا اور میں نے دوبارہ شرکت کے لیے دعاء کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔ (صحیح بخاری جلد اول، ص ۲۵۲)

نیز لکھتے ہیں:

۲۸ھ میں عہد عثمانیؓ میں حضرت امیرؓ۔ یہ نبیؐ کی قیادت میں قبرص پر حملہ ہوا۔ ام حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت کی رفاقت میں شریف جہاد ہوئیں۔ فتح کے بعد واپسی پر فخر پر سوار ہوئے تھے کہ گر پڑیں اور شہید ہو گئیں اور اس طرح صادق و مصدوق پیغمبر کی شہادت ہو گئی۔ جس جہادی مہم کی جلوہ نمائی سے حضور ﷺ کو پہلی بار خواب میں مسرور کیا گیا تھا اس کے قائد حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (استحلاف یزید ص ۱۱۴)

اس حدیث سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بحری جہاد کی اولیت اور اس کی قیادت کا خصوصی شرف آپ کو ہی نصیب ہوا ہے۔ لیکن مولانا لعل شاہ بخاری نے یہاں ایک دوسری حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے جس سے آپ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ام حرام فرماتی ہیں کہ:

انھا سہ مت النبي صلى الله عليه وسلم يقول اول جيش من امتي يغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت يا رسول الله انا فيهم قال انت فيهم“ (ایضاً صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما قل فی قال الروم)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا ان کے لیے جنت واجب ہوگی۔

حافظ حمر عسقلانی قد اوجبوا کے تحت فرماتے ہیں:

ای فعلوا معللاً وجبت لهم به الجنة۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۵)

”یعنی انہوں نے ایسا کام کیا کہ اس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہوگی۔“

اس سے ثابت ہوا کہ یہ پہلا لشکر جس کے قائد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے سب جنتی

ہیں۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اس کے بعد کی حدیث میں مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے لشکر

کے متعلق بجائے اوجبوا کے مغفور لہم کے الفاظ ہیں (اور اس لشکر کا قائد یزید تھا)

اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ (اس حدیث قسطنطنیہ سے یزیدی گروہ یزید کے خلیفہ عادل و

صالح یا خلیفہ راشد ہونے پر جو استدلال کرتا ہے اس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ ”کتاب

خارجی فتنہ“ جلد دوم میں آ رہا ہے۔ یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں ہے۔)

بہر حال جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر کے لیے دربار رسالت سے

جنتی ہونے کی بشارت مل گئی تو پھر ان کے لیے لسان نبوت سے حقیقی بدوعا کیونکر نکل سکتی

ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ لاشع اللہ وطنہ سے مراد درحقیقت دعاء رحمت ہے اور یہ شان

اللغائبین کے مناسب ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

اس عنوان کے تحت مولانا لعل شاہ بخاری حسب ذیل حدیث نقل کرتے ہیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هاديا مهديا (رواه الترمذی)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی و مہدی بنا دے۔

اس روایت کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی تحسین کی یعنی یہ روایت حسن

صحیح کی ہے۔ الحاصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ فقیہ ہیں۔

حضرت ام حرام کی روایت کے اذلیں مصداق ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کے حق میں دعاء کی کہ: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ

بنا۔ (استحکاف یزید ص ۱۱۴)۔

(ب) علاوہ ازیں یہ لکھا ہے:

ترمذی کی روایت اللهم اجعل معاویة هاديا مهديا اگرچہ پایہ صحت کو نہیں

پہنچتی تاہم حسن ہونے کی وجہ سے مقبول و معتبر بھی ہوگی۔ (استحکاف یزید ص ۱۱۸)۔

تبصرہ

ناواقف لوگ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ حدیث غلط

ہے۔ حالانکہ راویوں کے اوصاف کے اعتبار سے حدیث کی مختلف قسمیں ہیں۔ اور فن

حدیث کی اصطلاح میں ان کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع کہتے ہیں جن میں پہلا درجہ صحیح

پھر حسن کا اور حدیث حسن مقبول و معتبر ہوتی ہے۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث ہے۔

جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہادی اور مہدی کی دعاء

کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود ہدایت یافتہ بھی تھے اور آپ

سے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت نصیب ہوئی۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع دعاء کو

تسلیم کرتے ہوئے بھی کیا یہ بات قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کو لا اشبع اللہ بطنہ سے بددعا کی تھی ہرگز نہیں۔ بلکہ درحقیقت یہ بھی آپ کے لیے دعائے رحمت تھی جس کی برکت سے آپ کو یہ شان ملی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے مقبول بارگاہ بھی آپ کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ رضی اللہ عنہما

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا غبار

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مولانا لعل شاہ بخاری حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ مشہور قول بھی پیش کرتے ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی معیت میں شریک جہاد ہوئے۔ اس گھوڑے کی ناپ سے از کر جو غبار گھوڑے کے نتھنوں میں داخل ہوا ہے وہ بدرجہا حضرت عمر بن عبدالعزیز بہتر ہے۔ تطہیر البیان ص ۱۰۔ ناصیہ عن ذم معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۱۱۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹۔ مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۳۳ (استحلاف یزید ص ۱۱۳)۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ

امام نسائی جلیل القدر محدث ہیں۔ آپ کی سنن نسائی صحاح ستہ میں بھی شامل ہے۔ لیکن آپ نے بھی غصہ سے مغلوب ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لا اشبع اللہ بطنہ کی حدیث پیش کی تھی۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فضائل اور رحمت للعالمین ﷺ کی دعائے خاص۔ مقابلہ میں تو ان کی بات کوئی شرعی حجت نہیں ہے جس کو مولوی مہر حسین شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن میں پیش کر رہے ہیں اگر کسی کتاب کی ہر عبارت حجت ہو سکتی ہے تو پھر امام نسائی بھی نہیں بچ سکتے۔ چنانچہ ① علامہ ابن خلکان متوفی ۶۸۶ھ نے امام نسائی کے حالات میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حضرت ابو نعیم ایشع (وفیات الاعیان جلد اول ص ۷۷) اور دوسری روایت میں ہے کہ امام نسائی نے کہا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت نہیں مانتا مگر یہ کہ حضور نے فرمایا تھا ”اللہ تیرا پیٹ نہ بھرے“ اور امام نسائی میں شیعیت تھی۔“ الخ

① حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی کتاب ”بستان الحدیث“ کا جو حوالہ امام نسائی کے واقعہ میں پیش کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ:

”یہ شافعی المذہب تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ پیرا رہتے تھے۔ بایں ہمہ کثیر الجماعات تھے چنانچہ چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لونڈیاں بھی موجود تھیں الخ (بستان الحدیث ص ۱۸۹)

صدیق اکبر کون ہیں؟ خصائص نسائی

مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے خصائص نسائی مترجم شائع کی ہے اور مقصد یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی تشہیر کی جائے۔ لیکن خصائص نسائی تو رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ اس میں نہ صرف ضعیف روایات ہیں بلکہ موضوع یعنی من حضرت بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث نمبر ۶ یہ لکھی ہے:

قال علی انا عبد الله واخو رسوله وانا الصديق الاكبر لا يقول ذلك، بعدى الا تاذب صليت قبل الناس سبع سنين.

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر۔۔۔ میرے بعد کوئی یہ بات نہ کہے گا مگر جھوٹا۔ میں نے سات برس لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔“

(ف) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے مقدم ہیں کہ سات برس لوگوں سے پہلے اسلام لائے اور

نماز پڑی (خاص نسا ئی ترجمہ ص ۸)

(ب) حدیث نمبر (۷) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے بعد اپنے سوا اس امت میں کسی کو نہیں جانتا کہ میرے برابر خدا کی عبادت کی ہو کہ میں نے اللہ کی نوبرس عبادت کی پہلے اس سے کہ عبادت کرے اس کی نیوی اس مت میں سے۔ (ایضاً خاص نسا ئی ص ۸)

تبصرہ

① حافظ ابن کثیر محدث نے یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے:

انا الصديق الاكبر امنت قبل ان يؤمن ابو بكر و امنت قبل ان
يسلم.

اس پر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لا يصح قاله البخاري وقد ثبت عنه بالتواتر انه قال علي منبر
الكوفة. ايها الناس ان خير هذا الامة بعد نبينا ابو بكر ثم عمر
الخ. (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۳۳)

یہ روایت صحیح نہیں ہے امام بخاری نے یہی فرمایا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو اتار
کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے منبر کوفہ پر فرمایا تھا کہ اے لوگو! نبی ﷺ کے بعد اس امت
میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما

(ب) دوسری روایت میں ہے کہ انہ صلی قبل الناس بسبع سنین (کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سات سال لوگوں سے پہلے نماز پڑھی ہے یا نو سال پہلے نماز
پڑھی ہے)۔

اس کے متعلق ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا لا يصح من اي وجه كان روى عنه (ص ۳۳۵) یعنی جس وجہ سے بھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت لی جائے صحیح نہیں ہے۔

اور یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے سات سال یا نو سال پہلے اسلام لائے اور نماز پڑھی۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی بعثت یعنی اعلان نبوت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ قریباً دس برس کی عمر کے تھے۔ تو کیا آپ بعثت نبوی سے پہلے ہی ایک برس کی عمر میں اسلام لائے اور نماز پڑھنی شروع کر دی لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس قسم کی بے بنیاد روایات روافض نے اپنی کتابوں میں درج کر دی ہیں۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب کے نزدیک یہ پسندیدہ ہیں۔

شیعہ عقیدہ میں صدیق اکبرؓ

① امام جعفر صادق نے فرمایا:

کل مومن صدیق ”یعنی ہر مومن صدیق ہے۔“ فرود کانی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۰۱

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک طویل خطبہ میں ہے۔

”انی ابا العظیم والصدیق الاکبر“ (ایضاً کتاب الروضہ ص ۱۵)۔

”یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نبی عظیم ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں۔“

③ شیخہ رئیس الجہدین علامہ باقر مجلسی معجزات نبوت کے بیان میں معجزہ نمبر ۴۱ کے

تحت امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم صدیق اکبر مومنوں کے بادشاہ اور پیشوا ہو۔ تم

وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ وہ سب کچھ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں

الخ۔ (حیات القلوب مترجم جلد دوم، ص ۴۱۴)

④ مولوی محمد حسین ڈھکو مجتہد شیعہ نے اس قسم کی روایات پیش کی ہیں۔

(ترجمہ) اے علی! تو صدیق اکبر ہے اور تو فاروق امت ہے جو حق و باطل میں

تفریق کرے گا اور تو نبی بادشاہ مومنین ہے“ (حوالہ ینائع المودت وغیرہ)

② خود امیر المومنین فرمایا کرتے تھے۔ انا الصديق الاكبر و انا الفاروق الاعظم صليت قبل صلوتهم۔“

(حوالہ ینایح المودت وغیرہ) (اثبات الامامت ص ۱۴۰)

بہر حال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صدیق اکبر ہونے کی روایات من گھڑت ہیں خواہ وہ اہل سنت کی کسی کتاب میں ہی منقول ہوں۔ حالانکہ ساری امت کا یہ عقیدہ ہے کہ صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو اول الخلفاء ہیں۔ رعاز اور یار مزار ہیں۔ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے خدا کی نسانی مترجم شائع کی ہے۔ اس میں اس قسم کی روایت دیکھ کر ناواقف لوگ شیعیت کا شکار ہوں گے۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صحیح فضائل و مناقب بھی بکثرت ہیں۔ جو ناصیت کے ازالہ کے لیے کافی ہیں۔ خدا جانے مولوی مہر حسین شاہ صاحب کیا چاہتے ہیں؟

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کیا سب گالی گلوچ کو کہتے ہیں

اسی خاصائص نسانی میں حدیث نمبر ۱۰ میں حسب ذیل حدیث لکھی ہے:

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویة سعدًا فقال ما يمنعک أن تسب ابا تراب الخ (ص ۱۰) اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے: اس نے روایت کی عامر بن سعد بن ابی وقاص سے اس نے اپنے باپ سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو علی رضی اللہ عنہ کو برا کیوں نہیں کہتا اور گالی کیوں نہیں دیتا اس کو الخ (ص ۱۱)

یہاں مترجم نے سب کا معنی گالی دینا کیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہی روایت مولانا لعل شاہ صاحب نے اختلاف یزید ص ۲۳۶ پر درج کی ہے۔ جس کی تشریح میں لکھا ہے کہ: مسلم ہے کہ سب سے مراد وہ مغفلات نہیں جسے گنوار لوگوں کی اصطلاح میں گالی

کہ جاتا ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گنوار لوگوں کے لیے یہ مغلقات اتنے عیب ناک نہیں جتنے صحابہ کے لیے معمولی سب و شتم۔ بہر حال لانسبوا اصحابی (الحدیث) کے تحت جو سب منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب و شتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

بخاری صاحب نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہاں سب سے مراد گالی نہیں ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے بعد پھر یہ لکھ دیا کہ:

جو سب منہی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب و شتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔

حالانکہ شتم بمعنی گالی آتا ہے چنانچہ فیروز اللغات میں لکھا ہے ”گالی گلوچ دشنام۔“ اور غیاث اللغات فارسی میں ہے۔ ”شتم بالفتح دشنام۔“ بخاری صاحب نے ایک ہی عبارت میں سب بمعنی گالی کا انکار کیا اور پھر سب بمعنی شتم یعنی گالی کو تسلیم بھی کر لیا۔ اس چہ بوالعجبیت اور حیرت ہے کہ مولانا لعل شاہ بخاری سب بمعنی گالی اور شتم پر اصرار کیوں کرتے ہیں اور روایات کا انبار لگا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہا بن شعبہ جیسے جلیل القدر صحابہ کو مطعون کیوں کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ اسی قسم کا تھا کہ وہ منبر رسول رضی اللہ عنہم پر بھی ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرتے تھے تو پھر دین میں ان پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور کیا آنحضرت رضی اللہ عنہم کی صفت تزکیہ (حسب آیت ویز کیہم) کا یہی اثر تھا۔ کیا یہ ان ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اخلاقی کردار عالی ہے جن کے متعلق بخاری صاحب موصوف یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کرنے میں آپ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو غبار پڑا وہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے خلیفہ عادل سے افضل ہے۔

ہمارا سوال

ابوداؤد شریف کی حدیث پہلے پیش کر چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ایما رجل من امتی سبته سبۃ ولعنتہ لعنۃ فی غضبی الخ (کتاب السنۃ
ص ۲۸۵) یعنی میری امت میں سے جس شخص کو میں سب کروں یا لعن کروں غصہ
کی حالت میں الخ۔

تو کیا یہاں بھی سب کا معنی گالی گلوچ لیا جائے گا کہ نعوذ باللہ رسول رحمت ﷺ
اپنے صحابہ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ لہذا یہاں حضور کی شان رحمۃ اللعالمین کے
مناسب سب اور لعن کا مطلب لیا جائے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے لیے اگر کہیں سب کا
لفظ آیا ہے تو ان کی اعلیٰ شان اور مہذب ترین سوسائٹی کے مناسب اس کا مطلب لیا جائے
گا۔ سب کا اطلاق معمولی رنجیدگی کے الفاظ سے لے کر گالی و شتم پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ
ظلم کا اطلاق معمولی لغزش سے لے کر شرک پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح ضلال کا اطلاق
بھول چوک پر بھی ہوتا ہے اور کفر و غوایت پر بھی چنانچہ قرآن مجید میں ولا البضالین سے
مراد نصاریٰ وغیرہ مشرکین ہیں اور حضور سرور کائنات محبوب خدا ﷺ کے لیے بھی
ووجدک ضالاً آیا ہے۔ تو کیا دونوں جگہ ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ العیاذ باللہ
ہر سخن و قے و ہر نکتہ مقامے دارد

دفاع یا جارحیت

مولانا اعلیٰ شاہ بخاری لکھتے ہیں:

① پس آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ غیر صحابی کسی صحابی پر زبان طعن دراز کرنے
کا مجاز نہیں کیونکہ غیر صحابی کی عمر بھر کی عبادت صحابی کی ایک دھڑکن کے برابر نہیں
ہو سکتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر کا اکثر و بیشتر حصہ جہاد میں گزارا ہے کیونکہ
آنحضور ﷺ کے بعد بھی حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ خلافت میں آپ نے

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہادی مہموں میں نہایت کامیاب اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین کے ایام میں شام کے امیر رہے اور بیس برس کے زمانہ امارت میں رعیت کے کسی ایک فرد کو اعتراض کا موقع نہ دیا۔ ان کی قیادت اور امارت میں بری۔ بحری جنگیں لڑی گئیں۔ یہ تحقیق ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں جن جن مجاہدین کو دیکھ کر مسرور ہوئے تھے ان کے قائد اہل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں بے شمار لشکر مختلف علاقوں کی طرف بھیجے اور بہت سی فتوحات ہوئیں۔ الخ (استخلاف یزید ص ۲۳۹)

① حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرنا ممنوع ہے الخ ص ۲۳۸۔

② میرے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت کو مجروح و مذہبوں کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدافعت کرنا نہ دین کی خدمت ہے نہ اہل سنت کا موقف (استخلاف یزید ص ۹۱)

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے بارے میں بخاری صاحب موصوف نے مندرجہ عبارتوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی کتاب استخلاف یزید میں اس پر عمل نہیں کیا۔ اور بجائے دفاع کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مفصل تنقید و جرح کر کے جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں ان کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور یہ وہی طرز عمل ہے جو عباسی اور ان کی پارٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی آڑ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اختیار کیا ہے کہ کھلم کھلا خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں اسی امر کی نشاندہی کر دی ہے۔

جارحیت کا نمونہ

مولانا لعل شاہ صاحب بخاری لکھتے ہیں:

معاد یہ رضی اللہ عنہ بن سفیان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب کرنے کا اٹخ۔

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مسلم ہے کہ سب سے مراد وہ مغلظات نہیں جسے گنوار لوگوں کی اصطلاح میں کان کہا جاتا ہے۔ مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گنوار لوگوں کے لیے یہ مغلظات اتنے عیب ناک نہیں جتنے صحابہ کے لیے معمولی سب و تتم۔ بہر حال لا تمسوا اصحابی (الحدیث) کے تحت جو سب مہنی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب و تتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ (استحاف بزید ص ۲۶۶)۔

تبصرہ

مولانا لعل شاہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سب سے منع فرمایا تھا حضرت معاد یہ رضی اللہ عنہ بڑے اہتمام سے ارشاد نبوی کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔ فرمائیے! یہ حضرت معاد یہ رضی اللہ عنہ کا دفاع ہے یا جارحیت اس بات کو تسلیم کرنے سے حضرت معاد یہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی اور دینی پوزیشن کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

① لکھتے ہیں:

”اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاد یہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نوائی سے وابستہ تھی لیکن میں کبھی کبھی مقدم بن معد یکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی۔“ (ایضاً ص ۲۳۳)۔

تبصرہ

یہ تمسخر اور ٹھٹھا ہے یا دفاع و عقیدت؟ نقل ازیں اس روایت پر مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت مقدم نے بعد ازاں اسی دربار معاویہ رضی اللہ عنہ سے عطیہ و انعام وصول کیا تھا۔

③ لکھا ہے کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محبوب فرزند نے اپنے زور و خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیادتی مٹی پلیدی کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک اپنی و امی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۵)

تبصرہ

یہ جارحیت ہے نہ کہ دفاع؟ شیعیت کا بھی مزاج ہے اور مولانا نائل شاہ صاحب کیوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست پر ناروا حملہ کر رہے ہیں جبکہ ان کے متعلق خود یہ لکھ چکے ہیں کہ:

آپ نے بیس برس کے زمانہ امارت میں رعیت کے کسی ایک فرد کو اعتراض کا موقع نہ دیا (تحفہ بیس برس)۔

یہ عبارت رسالہ ہذا میں نقل کی جا چکی ہے۔ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔
④ لکھتے ہیں:

صلین کی جنگ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قھاص دم عثمان رضی اللہ عنہ سے لڑی ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ ہانسی تھے۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے دم عثمان کی آڑ لی ہے۔ (تحفہ بیس برس)۔

یہ دفاع ہے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر ناپاک حملہ۔ بیشک عقیدہ اہل السنۃ والجماعت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے لیکن آپ کی یہ بغاوت صرف صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ آپ مجتہد تھے۔ اور آپ سے اس میں خطائے اجتہادی سرزد ہوئی تھی۔ اور جب مولانا لعل شاہ صاحب خود بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ اور مجتہد مان رہے ہیں تو پھر ان کے اخلاص کو کیوں مجرد کر رہے ہیں۔ اگر نیت میں فساد ہو تو اس کو نہ اجتہاد کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر ایک گونہ اجر ملتا ہے اور پھر جو دوسرے جلیل القدر صحابہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کیا وہ بھی دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بغاوت کے مرتکب تھے؟

(بہ) یہاں تو مولانا لعل شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت چاہتے تھے لیکن پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باطل کا نہیں بلکہ حق کا قصد کیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اور مقاتلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے عمارین فی الحقیقت باطل پر تھے مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا۔ الخ (استحکاف بزم ص ۱۸۹)

یہ دونوں عبارتیں آپس میں متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے تو ان کا حق کا قصد کرنا صحیح نہ رہا اور اگر ان کا حق کا قصد کرنا صحیح ہے تو ان پر دم عثمان کی آڑ لینے کا الزام بالکل غلط ہے۔

آپ ہی اپنے ذرا طرز فکر کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی کی مفصل بحث میں نے کتاب خارجی فتنہ حصہ اول میں کر دی ہے وہاں دوبارہ دیکھ لی جائے اور زیر نظر رسالہ میں بھی مختصراً لکھ دیا ہے۔

(ج) مولانا لعل شاہ صاحب کا یہ لکنا بالکل غلط ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کے

عقیدہ کے تحت انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے۔“ کیونکہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے نہ کہ اہل سنت والجماعت کا۔ چنانچہ شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکونے عبارت ذیل میں یہی نظر یہ پیش کیا ہے:

باقی رہے اہل صفین (معاویہ وغیرہ) تو ان کی بغاوت بھی ظاہر ہے۔ اگر اس سلسلے میں پیغمبر اسلام کا صرف یہی ایک ارشاد موجود ہوتا جو حضور نے عمار سے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گردہ قتل کرے گا تو مدعا کے اثبات کے لیے کافی تھا۔ پھر یہ بھی تو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی کی مخالفت کرنے کی اہلیت بھی کب رکھتا تھا لیکن اس نے سرداری اور دنیا طلب کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسے لوگوں کے ذریعے سے جو بالکل بے وقوف تھے اور معروف و منکر کو نہیں پہنچانتے تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو دھوکا دیا کہ وہ عثمان کا قصاص لینا چاہتا ہے اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی چنانچہ ان لوگوں نے معاویہ کے لیے جان و مال کی قربانیاں دیں اور اس کے سچے خیر خواہ بن گئے۔“ (تجلیات صداقت، ص ۲۸۶)۔

مقامِ عبرت

مندرجہ بالا چار عبارتوں کے پیش نظر کوئی صاحب عقل و انصاف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا لعل شاہ بخاری نے ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی تعریف و توصیف کی ہے یا ان کا دفاع کیا ہے بلکہ یہی فیصلہ کرے گا کہ ان عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھلم کھولا استہزاء و استخفاف اور طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اگر یہی عبارات الٹ کر مولانا لعل شاہ صاحب پر چسپاں کر دی جائیں تو وہ ان سے اپنی صریح توہین سمجھیں گے اور اغلب ہے کہ وہ ازالہ حیثیت عربی کا اپنی طرف سے استغاثہ دائرہ کر دیں بلکہ مولوی مہر حسین شاہ صاحب جیسے پانچویں سوار بھی اس قسم کی عبارتوں کو اپنے لیے توہین ہی سمجھیں گے۔ کیا پھر بھی اس سے عبرت نہیں پکڑتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت صدیق و فاروق پر تنقید

بغوان ”ایک شبہ کا ازالہ“ مولانا لعل شاہ بخاری لکھتے ہیں:

”سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی بغیر مشورہ کے صرف حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ واقعی صدیق اکبر کی خلافت صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اچانک اور دفعتاً بیعت سے معرض وجود میں آئی تھی۔ اس کے لیے اہل حل و عقد کی کسی مجلس مشاورت نے فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اس بارہ میں حضرت عمر الفاروق کا وضاحتی بیان موجود ہے۔ صحیح بخاری میں ایک طویل روایت ہے کہ آپ جب زندگی کے آخری ایام میں حج پر تشریف لے گئے وہاں ان کی سماعت میں ایک بات آئی کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو میں فوراً فلاں شخص کی بیعت کر لوں گا، پس وہ خلیفہ بن جائے گا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی اسی طرح منعقد ہوئی تھی۔ الخ (استخلاف بزم ص ۵۳۳) اسی سلسلہ میں مولانا لعل شاہ بدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس خطبہ میں جہاں اور چیزیں بیان کیں نہایت اہتمام سے اس امر کا تذکرہ بھی کیا۔ میں نے سنا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ مر گیا تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا۔ خبردار۔ ابو بکر کی بیعت سے دھوکا نہ کھانا وہ اچانک ہوئی اور پوری ہو گئی۔ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی کہ سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اب ابو بکر کی شخصیت کون ہو سکتا ہے۔ ہم مشورہ کے لیے جمع ہو رہے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہوئے ہیں۔ وہ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ہم نے عجلت سے کام لیا۔ وہاں پہنچے۔ حضرت ابو بکر کے تدبر و تحمل سے بات بن گئی

انہوں نے نہر نے اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ تم ان میں سے جس کو چاہو بیعت کر لو لیکن میں نے خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

(ایضاً استخلاف یزید ص ۵۳۳، بحوالہ صحیح بخاری جلد ثانی ص ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰)

② اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”راقم السطور مکرر عرض کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت انصار موجود تھے اور سعد بن عبادۃ کے بغیر جمع انصار نے بیعت کر لی تھی اور مہاجرین کے بعض معتد علیہ افراد موجود تھے جنہوں نے بر موقعد بیعت کر لی تھی اور جو بر موقعد موجود نہ تھے انہوں نے بھی بعد میں بیعت کر لی تھی۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قلوب مکدر تھے کہ ہم سے بے اعتنائی برتی گئی، ہمیں مشورہ میں نہیں بلا گیا حالانکہ ہم اس امر کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا بیان اس بارہ میں غیر مبہم ہے کہ اگر ہم بوجلت معاملہ نہ کرتے اور مشورہ تک معاملہ ملتوی کرتے تو فساد کا اندیشہ تھا تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر اس کو تاعی کا ملال رہا چنانچہ کلب عتور^۱ نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب المرگ ہو گئے۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم عیادت کو حاضر ہو رہے تھے۔ عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا۔ گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا کہ امیر المؤمنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور رضی اللہ عنہ سے حسن مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں۔ پھر ابو بکر کی مصاحبت کی کہ وہ بھی آپ کی حسن مصاحبت سے راضی ہو گئے۔

① کاٹنے والا کتا یعنی ابولولاء فیروز بخاری

پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا۔ اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ وہ سب آپ سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں، درست ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما مجھ سے راضی گئے۔ (ماتری من جزعی فہو من اجلک ومن اجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب علیؑ و زبیرؓ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے۔ جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔ (ایضاً ص ۵۳۶)

تبصرہ

① اس سلسلہ میں مولانا لعل شاہ صاحب کی عبارت کا اکثر حصہ یہاں نقل کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین صحیح بخاری کی حدیث کے مضمون کو سمجھ سکیں اور کسی کو اس اعتراض کا موقع نہ ملے کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے کوئی غلط نتیجہ نکالا گیا ہے۔

② یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اس بات سے رنجیدہ تھے کہ ان کو مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی اس معاملہ میں معذور تھے کیونکہ حالات کے تحت معاملہ جلدی کا تھا۔ ادھر حضرت علیؑ وغیرہ کفن و دفن نبوی میں مشغول تھے اور وہ خدمت بھی اہم تھی۔

③ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی اختلاف رکھتے تھے لیکن بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی بعد میں بیعت کر لی تھی چنانچہ تاریخ طبری میں ہے:

تتابع القوم علی البیعة وبایع سعد۔ یعنی لوگوں نے بے درپے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔
حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان الصحابة رضوان الله عليهم اجمعوا على ذلك وان ما حكى من تخلف سعد بن عبادۃ عن البیعة مردود۔ (صواعق محرقة ص ۷)

صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اجماع کیا اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف کیا تو یہ مردود ہے۔

حافظ ابن حجر ہیتمیؒ نے ”صواعق محرقة“ میں بحوالہ نسائی و حاکم وغیرہ ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس سے حضرت سعد بن عبادہ کا بیعت کرنا ثابت ہوتا ہے لیکن بخوف تطویل ہم یہاں اس کو نقل نہیں کرتے بہر حال راجح یہی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔

③ مولانا لعل شاہ صاحب نے صحیح بخاری کی دو روایتوں کا یہاں ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم کے باب میں ہے اور دوسری کتاب الحدود باب ”رجم الحبلی فی الزنا اذا احصنت“ میں ہے لیکن شاہ صاحب موصوف نے اس باب کا حوالہ نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افترا

مولانا لعل شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ:
آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی ہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابی بکرؓ کے وقت حضرت عباسؓ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیر رضی اللہ عنہ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی

کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ براتب
 احسن ہے۔ (استحلاف یزید ص ۵۳۶)
 نیز لکھا ہے:

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر اس کو تاہی کا ملال رہا۔ (استحلاف یزید ص ۵۳۵)
 الجواب: ① روایت بخاری کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ کو ساری زندگی اس کا ملال رہا کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے بیعت ابی بکرؓ کے وقت مشورہ نہیں کیا۔ آپ نے اپنے خطبہ یا مرض
 الموت میں یہ بات بطور کوتاہی کے نہیں بلکہ بطور اظہار واقعہ بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ
 روایت میں تصریح ہے کہ جب آپ نے سنا کہ:

فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو میں فوراً فلاں شخص کی بیعت کر
 لوں گا۔ پس وہ خلیفہ بن جائے گا۔ ابو بکر صدیق کی خلافت بھی اسی طرح منعقد
 ہوئی تھی۔

تو آپ نے اس شخص کے نظریہ کی تردید ضروری سمجھی اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:
 خبردار ابو بکر کی بیعت سے دھوکا نہ کھانا وہ اچانک ہوئی اور پوری ہو گئی۔ وہ
 ابو بکر کی شخصیت تھی کہ سب کی گردنیں جھک گئیں۔ اب ابو بکر کی شخصیت کون ہو
 سکتا ہے۔ الخ (استحلاف یزید ص ۵۳۳، بحوالہ بخاری)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اچانک بیعت کی وجہ یہ
 بتائی ہے کہ حالات کے تحت ہم معذور تھے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس طرح کی بیعت تو
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت کے متعلق ہی ہو سکتی تھی کہ اس میں سب کی
 گردنیں جھک گئیں لیکن اس سے کوئی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد
 بھی بغیر مشورہ کے کسی صحابی کی بیعت کر لینا صحیح ہوگا اور اس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی
 کوتاہی اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس میں معذور تھے۔ فوری طور پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت علیؓ، اور حضرت زبیرؓ سے مشورہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر مشورہ کے لیے انتظار کرتے تو ابتدا میں انصار کی اپنی رائے کی وجہ سے عالم اسباب میں انتخابِ خلیفہ کے سلسلہ میں انتشار کا خطرہ تھا اور کوتاہی وہ ہوتی ہے جس میں کوئی حقیقی معذوری نہ پائی جائے۔ حالانکہ ان حضرات کے لیے یہاں صحیح عذر درپیش تھا اور پھر ان کی اس رائے پر اجماع بھی قائم ہو گیا۔

② اور اگر بالفرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی ہے کہ آپ نے مذکورہ حضرات سے مشورہ نہیں کیا تو ان سے زیادہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس میں کوتاہی لازم آئے گی کہ آپ نے ان حضرات سے مشاورت سے قبل تنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو کیوں قبول فرمایا۔ اگر ایسا ہوتا تو وفات کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اپنی اس کوتاہی سے متاسف ہوتے بلکہ سفینہ بنی ساعدہ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی وہ بھی زندگی بھر سب سے دور رہتے اور دوسرے تمام مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہمیشہ افسوس کرتے رہتے کہ ہم نے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تائید کے بیعت میں کیوں سبقت کی۔ کیا مولانا لعل شاہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ واضح بات ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد وہاں سوائے حضرت سعد بن عبادہ کے تمام انصار نے بیعت کر لی اور جو مہاجرین صحابہ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ جیسا کہ مولانا لعل شاہ خود بھی لکھ رہے ہیں اور بعد ازاں مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی تو اس سے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے انتخابِ خلیفہ کی سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے تائید کی اور ایک قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت عامہ کے وقت بیعت کر لی تھی اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد پھر دوبارہ بیعت کی تاکہ بعض منافقین کے اس پروپیگنڈے کا ازالہ ہو جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متفق نہیں۔

⑤ قرآن مجید کی آیت استخلاف (سورۃ النور ص ۷) اور آیت حکمین (سورۃ الحج ص ۶) کے وعدہ خداوندی کے تحت چاروں خلفائے راشدین (یعنی امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو خلافت راشدہ موعودہ عطا ہوئی جن میں پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور آپ کی خلافت بلا فصل کے لیے خود ہی حالات و اسباب پیدا کر دیئے ہیں جن میں سے پہلا سبب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ کو خلیفہ منتخب کرنا ہے۔ بعد ازاں جس کی تائید تمام مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا سابق مشورے کے اچانک خلیفہ منتخب کرنا یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی کوتاہی نہیں بلکہ خاص توفیق حق ہے۔ بندہ نے مذکورہ دونوں آیات کی تشریح اپنی کتاب خارجی فقہ حصہ اول میں کر دی ہے کاش کہ مولانا لعل شاہ ان دونوں آیتوں کا تقاضا اور مصداق سمجھ لیتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف اس قسم کی کوتاہی کی نسبت نہ کرتے۔

⑥ مولانا بخاری صاحب یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:

”لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تسامح کیا وہ بمراتب احسن ہے۔“ (ص ۵۳۶)

جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر وہ مصلحت بمراتب احسن ہے تو پھر اس احسن کو کوتاہی کون کہہ سکتا ہے۔

خن شاس نہ فاضلا خطا انجاست

ایک اور افتراء

اسی سلسلہ میں مولانا لعل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جب کلب متور (یعنی ابولولہ فیروز) نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب المرگ

ہو گئے۔ اصحاب رسول ﷺ عیادت کو حاضر ہو رہے تھے۔ عم رسول ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا۔ گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا امیر المومنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور ﷺ سے حسن مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت کی وہ بھی آپ کی حسن مصاحبت سے راضی ہو گئے پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے وہ سب آپ سے راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں درست ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہو گئے (ما تری من جزعی فہو من اجلک ومن اجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جبکہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابی بکر کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب علی رضی اللہ عنہ و زبیر کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔“ (ص ۵۳۶)۔

تبصرہ

مولانا لعل شاہ صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کی جو روایت پیش کی ہے یہ صحیح بخاری باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ہے جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

لما طعن عمر جعل یألم فقال له ابن عباس وکانہ یجزعہ با امیر المومنین الخ اس روایت کا اردو ترجمہ مولوی وحید الزماں صاحب کا حسب ذیل

ہے: جب حضرت عمر (خنجر سے) زخمی کیے گئے (عین نماز میں) تو بے قراری کرنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو تسلی دینے لگے۔ امیر المؤمنین کچھ اندیشہ نہیں ہے (تم نہیں مردے گے یا اگر مرد تو فکر نہ کرنا چاہیے) تم نے تو آنحضرت ﷺ کی صحبت اٹھائی الخ (تیسرے الباری شرح البخاری جلد ۳۔ کتاب المناقب ص ۵۴۸)۔

مندرجہ روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو رہی ہے نہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے۔ لیکن مولانا لائل شاہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

عم رسول حضرت عباس بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متاسف پایا الخ یہ ہے کھلا افترا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت عباس رضی اللہ عنہما بنا لیا۔ اور پھر اس بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات کے وقت اپنی اس کوتاہی پر افسوس کر رہے تھے کہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی خلافت کے سلسلہ میں مشورہ نہ کیا۔ یہ واقعہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ لیکن زخمی ہونے کی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گفتگو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی تھی نہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرما رہے ہیں کہ:

اما ما تری من جزعی فہو من اجلک و اجل اصحابک: تم جو میری بے قراری دیکھتے ہو (وہ کوئی زخم یا تکلیف کے درد سے نہیں) بلکہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی فکر سے ہے الخ۔ (ترجمہ مولوی وحید الزمان)۔

اس کے حاشیہ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں:

یعنی مجھ کو تم لوگوں کی فکر ہے کہ معلوم نہیں میرے بعد تم پر کون ہوگا اور وہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرے۔ سبحان اللہ عایا پروری اور غریب نوازی۔ رضی اللہ عنہما۔

(ایضاً تیسرے الباری ص ۵۴۹)

لیکن مولانا لعل شاہ صاحب نے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مخاطب عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو قرار دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے روایت کے ان الفاظ (ماتروی من جزعی فهو من اجلک ومن اجل اصحابک) کا مصداق حضرت عباس اور ان کے اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ضمہ پایا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہما اور زبیر سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے انتخاب میں مشورہ کیوں نہیں لیا تھا۔ انا لله وانا اليه راجعون

خشت ازل چوں نہد معمار کج
تاثریای رود دیوار کج

اب مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی یہ معمہ حل کریں کہ ان کے فقیہ استاد شیخ نے صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت عباس رضی اللہ عنہما کیوں بنالیا یعنی بیٹے کو باپ قرار دے دیا۔ شارحین حدیث نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کی پریشانی کی جو توجیہات بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

① حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

واما آنچمی بنی توازنا تکیبائی من پس آل از بہرست و از بہر یاران تو یعنی از جہت غم مسلمانان است کہ حال ایشان چہ خواهد بود و چہ خواهند کرد۔“ (المصنف للمعات جلد چہارم ص ۶۵۰)۔ ”یعنی (اے ابن عباس رضی اللہ عنہما) جو کچھ آپ میری بیقراری دیکھ رہے ہیں تو یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ہے۔ یعنی مسلمانوں کے غم کی وجہ سے ہے کہ ان کا کیا حال ہوگا۔ اور وہ کیا کریں گے۔“

② علامہ علی قاری محدث حنفی لکھتے ہیں:

من جهة انی اخاف علیکم من وقوع الفتن بہنکم لماکان کا لباب
لیسد المحن ومع هذا کله اخاف ایضا علی نفسی ولا امن من

عذاب ربی وانما قال ذلك لغلبة الخوف الذي وقع له في ذلك الوقت من خشية التقصير فيما يجب من حقوق الله او من الفتنة بمدحهم كذا في الفتح الباری و قال الطیبی كانه رضى الله عنه رجع جانب الخوف على الرجاء لما اشعر من فتن تقع بعده في اصحاب رسول الله ﷺ فجزع جزعاً عليهم و فرحما لهم ومن استغناء الله تعالى على العالمين“ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۱۰)

میری بیقراری کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تمہارے درمیان فتنے واقع ہوں گے۔ کیونکہ آپ مثل دروازہ کے تھے جو مصیبتوں کو روکتا ہے اور ان سب باتوں کے باوجود مجھے اپنی ذات کا خوف ہے۔ اور میں اپنے رب کے عذاب سے مامون نہیں ہوں۔ اور آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ آپ پر اُس وقت خوف غالب تھا بوجہ اس کے کہ اللہ کے حقوق واجبہ میں ان سے تقصیر ہوگئی ہو بوجہ لوگوں کی مدح کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے ایسا ہی فتح الباری میں ہے۔ اور طیبی کہتے ہیں گویا کہ بہ نسبت امید کے آپ پر خوف کا رجحان غالب تھا کیونکہ آپ ان فتنوں کو سمجھ رہے تھے۔ جو آپ کے بعد اصحاب رسول اللہ ﷺ میں واقع ہونے والے تھے۔ لہذا آپ ان کی وجہ سے بے قراری ظاہر کر رہے تھے اور یہ آپ کی ان پر رحمت کی وجہ سے تھا۔ آپ کی یہ پریشانی اس وجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہا مخلوق سے بے نیاز ہے (جو چاہے کر سکتا ہے)۔

⑤ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فرماتے ہیں:

ای من جهة فكرته فيمن يتخلفه عليهم او من اجل فكرته في سيرته التي سارها فيهم و كانه غلب عليه الخوف في تلك الحالة مع هضم نفسه وتواضعه لربهم“ (فتح الباری جلد ۱ ص ۳۳)۔

یعنی آپ اس فکر کی وجہ سے پریشان تھے کہ کس کو ان پر خلیفہ بنائیں یا آپ نے

جس طرح ان میں خلافت کا کام کیا ہے اس کی وجہ سے فکرمند تھے۔ گویا کہ اس حالت میں آپ پر خوف غالب تھا بوجہ کس نفسی کے اور بوجہ اپنے رب کے سامنے تواضع اور عاجزی کرنے سے۔

④ حافظ بدرالدین یعنی محدث لکھتے ہیں:

ای جزعی من اجلک واجل اصحابک قال ذلک لما شعر من فتن
تقع بعده“ (عمدة القاری جلد ۱۶ ص ۲۰۰)۔

یعنی میری بیقراری آپ کی وجہ سے اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان فتنوں کو سمجھ رہے تھے۔ جو آپ کے بعد واقع ہونے والے تھے۔

یہ ہیں شارحین حدیث کی بیان کردہ توجیہات۔ اور کسی محدث نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور بیقراری کی وہ وجہ بیان نہیں کی جو مولانا لعل شاہ صاحب نے اختراع کی ہے کہ آپ کو اس وجہ سے پریشانی تھی کہ انتخاب خلیفہ کے وقت انہوں نے حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا تھا۔ اور پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جس بنیاد پر مولانا بخاری یہ توجیہ پیش کر رہے ہیں (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات کی) اس کا زیر بحث حدیث میں نام و نشان نہیں ملتا۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خطاب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حمر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے نہ کہ ان کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

ایک اہم نکتہ

مولانا لعل شاہ بخاری نے انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں مشاورت کی ضرورت کے سلسلہ میں جو آیات و احادیث پیش کی ہیں وہ نفسِ خلافت کے بارے میں ہیں۔ اسی لیے

اہل السنۃ والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت و امارت کا مسئلہ فروری ہے نہ کہ اصولی۔ لیکن خلفائے اربعہ اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے لیے مشورہ ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ ان کی خلافت بوجہ اقتضاء النص قرآن سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ نے بلا اظہار نام انہی کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آیت استخلاف اور آیت حکمین میں موعودہ خلفاء کی علامات و صفات جو ذکر فرمائی ہیں ان کا مصداق صرف یہی چار یاڑہ ہیں۔ عالم اسباب میں گوان چاروں خلفاء کا انتخاب مختلف طریق سے ہوا ہے لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت ہو رہا تھا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور حکمین دین پسندیدہ اور اہل خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یاڑہ کے لیے تھا۔

(بدیۃ السنیۃ ص ۵۶۔ یہ حوالہ خارجی فتنہ حصہ اول ص ۳۴۰ پر بھی ملاحظہ فرمائیں)

خلاصہ یہ ہے کہ ان چار یاڑہ کی خلافت مشورہ کی محتاج نہیں ان کے لیے مشورہ ضروری نہیں تھا۔ یہ رب العالمین کا اپنا کام تھا کہ قرآنی وعدہ جس صورت میں چاہے پورا کر دے۔ اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ان خلفائے اربعہ کی خلافت کو اصول میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

لا جرم نور توفیق الہی در دل ایں بندہ ضعیف علیٰ رمشروع و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دین تا و تکیہ ایں اصل را محکم تکیہ نہ چچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود انج۔ لہذا توفیق الہی کی روشنی نے اس بندہ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین

کے ساتھ مطوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے۔
جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت نے
مضبوط نہ ہوگا۔ الخ

(ازالۃ الخفاء عن خلافت اہل بیت ص ۸) ترجمہ امام اہل سنت مولانا عبدالغفور لکھنوی
اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ خلافت پر مفصل بحث کی ہے
اور آپت استخلاف اور آیت حکمیں کا مصداق انہی خلفائے اربعہ (چار یار) کو قرار دیا ہے۔

خلافت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا لعل شاہ

مولانا لعل شاہ صاحب اسی انتخاب خلیفہ کی بحث میں لکھتے ہیں:

راقم السطور کہتا ہے کہ رحمت خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبر رحمۃ اللہ علیہ
کی بیعت پر متفق ہوگئی۔ اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت خلافت
کے لیے وہ تگوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً طوکت ہوتی۔ خلافت راشدہ نہ ہوتی۔
ولکن ليقضى الله امرأ كان مفعولا. وعبدالله اللين امنوا منكم
وعملوا الصلحت ليستخلفهم فى الارض كادعه الله تعالى فى سچا
کردیا۔ الخ (استخلاف یزید ص ۵۳۳)

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ

① جب آپ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ رحمت خداوندی سے امت صدیق اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی
بیعت پر متفق ہوگئی تو اس اتفاق امت کی بنیاد تو حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تدبیر ہی تھی
جس کے اندر رحمت خداوندی کا فرما تھی پھر ان کی اس تدبیر کو کوتاہی کیونکر قرار دے رہے
ہیں جس کی وجہ سے حضرت فاروق رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر افسوس کرتے رہے کیا رحمت خداوندی کا
ظہور بھی باعث افسوس ہوا کرتا ہے؟

② اگر آپ کا نظریہ بالفرض صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی

خلافت کو راشدہ کیونکر کہہ سکتے ہیں جبکہ آپ کی بیعت پر امت کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے اپنی خلافت کے تحفظ کے لیے کوار اٹھائی تو آپ کے پیش کردہ اصول کے تحت کیا حضرت علی الرضیؓ کی خلافت طوکت نہ ہوگی؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے نزدیک تو چونکہ حضرت علی الرضیؓ کی خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی طرح قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہے اس لیے امت کے عدم اتفاق سے اس پر اثر نہیں پڑتا۔

⑤ یہی مولانا لعل شاہ صاحب جو امام اہلخلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا ذکر بالفرض کے طور پر کر کے ایک ضابطہ پیش کر رہے ہیں۔ جب حضرت علی الرضیؓ کی خلافت کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان روایات کا جواب دیتے ہیں (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے گروہ کے لوگ آپ کا حکم نہیں مانتے تھے اسی لیے آپ ان سے مایوس رہتے تھے۔) اور اس بات کا ثبوت بیچ البلاغہ میں حضرت علی الرضیؓ کے خطبوں سے بھی ملتا ہے اور روضہ کافی ص ۲۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ کے ایک مفصل خطبہ سے بھی ظاہر ہے) تو لکھتے ہیں کہ:

اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو حضرت علیؓ کی شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی البتہ قوم کی شقاوت اور بد نصیبی ہوتی کہ اس نے امام برحق خلیفہ راشد کی اطاعت سے سرتابی کی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اگر قوم کی بد عنوانوں سے نکل آ کر پکار اُٹھتے ہیں کہ رَبِّ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِي وَاَنْحِي فَاَفَرُوقَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ تو بتائیے ان کی نبوت میں کیا فرق آیا؟ (احکام بزمید، ص ۵۹)۔

ہمارا سوال

حضرت صدیق اکبرؓ قرآن کے پہلے موعودہ خلیفہ راشد ہیں اور حضرت علی الرضیؓ جو تھے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ اگر حضرت علی الرضیؓ پر امت متفق نہیں ہوئی اور جب جمل اور جنگ صفین تک نبوت پہنچی۔ علاوہ ازیں آپ کا اپنا گروہ بھی آپ

کی نافرمانی کرتا تھا لیکن باوجود اس کے آپ کی خلافت راشدہ میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر اگر امت متفق نہ ہوتی تو آپ کی خلافت کو خلافت راشدہ کی بجائے ملوکیت قرار دیا جاتا۔ فرمائیے کیا یہ اپنے پیش کردہ ضابطہ کے باوجود حضرت علی المرتضیٰؓ کی ناجائز طرفداری نہیں ہے؟ آخر یہ فرق کیوں؟ کیا آپ حضرت علی المرتضیٰؓ کو خدا کا نامزد خلیفہ تو نہیں قرار دیتے؟ اور اس تحقیق کی روشنی میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب ہی بتائیں کہ کیا آپ کے پاس ناپ تول کے دودھ پیمانے تو نہیں ہیں ایک حضرت صدیق اکبرؓ کے لیے اور دوسرا حضرت علی المرتضیٰؓ کے لیے؟

طعن صحابہ کرامؓ کا وبال

صحاب رسول کریمؐ اگرچہ معصوم نہیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی اکثریت محفوظ ہے اور بعض صحابہؓ سے جو شاذ و نادر بعض گناہوں کا صدور ہوا ہے اس پر ان کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے اور انکا خاتمہ کامل ایمان پر ہوا ہے۔ ان کو اس جہان میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی ابدی سند ملی ہے اور تمام صحابہؓ آخرت کے عذاب سے مامون ہوں گے۔ ① چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَوْمَ لَا يَنْخَبِزُ اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُوْرُهُمْ يَسْمُوْنَ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَبِاَيْمَانِهِمْ.

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں: یعنی قیامت کے دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ان کے ساتھ ان کا نور ہوگا کہ دوڑے گا سامنے ان کے اور داہنے ان کے۔ یہ اس بات کو جاتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ عذاب نہ ہوگا اور بعد وفات پیغمبرؐ کے نور ان کا نہ مٹے گا نہ زائل ہوگا۔ اور اگر نور حیط (ضائع) ہو جائے اور جاتا رہے تو قیامت میں کیونکر ان کے کام آئے۔

(تحدیثا عشریہ مترجم جلد ثانی ص ۲۰۳)

حضرت مدنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

غور فرمائیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھ تمام ایمان لانے والے (صحابہ کرام) کو خوشخبری دیتا ہوا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو رسوا اور ذلیل نہ کرے گا۔ ان کو وہ نور اور روشنی عطا فرمائے گا جو کہ ان کے آگے اور دائیں دوڑتی ہوگی اور ان کی مانگ اتمام نور اور طلب مغفرت کو پورا کرے گا۔ حسن عاقبت کی ایسی قوی شہادت کے بعد کیا کسی صحابی کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ معیار حق نہیں ہیں ان پر تنقید و جرح کی جاسکتی ہے اور ان کی تقلید سے روگردانی جائز ہے۔ کیا مودودی صاحب کی یہ دفعہ نمبر ۶ قرآن کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے اور کیا ان سے یہ مخالفت فروئی ہے یا اصولی؟ اور مودودی صاحب کسی ایک فرد کو بھی نہ معیار حق ماننے دیتے ہیں نہ تنقید سے مبرا کرتے ہیں۔ یا اللعجب (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت)۔

حضرت مجدد کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی امام ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

الصحابۃ کلہم من اہل اجنتہ قطعاً ”تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں“

(رسالہ رد الروافض ص ۱۴) نیز ملاحظہ ہو الفصل فی السبل والنحل ج ۴ ص ۱۴۸۔

بہر حال جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی مانتا ہے اس آیت کے تحت اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیدھے جنت میں جائیں گے اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔

② حضور خاتم النبیین ﷺ نے ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ کو ناجی قرار دیا ہے یعنی

جہنم سے نجات پانے والا تو یہ وہ مسلمان ہیں جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہیں یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت (طریقہ) کے علاوہ اصحاب رسول ﷺ کے طریقہ کو بھی ماننے والے ہیں۔ اس ارشاد رسالت سے تمام صحابہ کرام کا معیار حق ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جب مابعد کی امت کے دوسرے مسلمان باتجارع صحابہ نجات پانے والے ہیں تو صحابہ کرام ﷺ کے متعلق کوئی مسلمان یہ بدظنی نہیں رکھ سکتا کہ ان کو جہنم کا عذاب بھی ہوگا (خواہ کسی وجہ میں بھی ہو)۔

⑤ خود نبی کریم ﷺ نے مابعد کی امت کو اپنے صحابہؓ پر طعن کرنے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوہم غرضاً من بعدی فمن احبهم فحببی
 احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن آذاہم فقد آذانی ومن آذانی
 فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔ (مکتوٰۃ شریف)

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے معاملہ میں۔ ان کو اپنی مذمتوں کا نشانہ مت بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت سے ان سے محبت کی اور جس نے ان کو مبغوض رکھا تو مجھ سے بغض سے مبغوض رکھا اور جس نے ان کو اذیت دی تو مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ ارشاد اپنے تمام اصحاب کے بارے میں ہے جس میں تمام صحابہ پر طعن و جرح کرنے سے منع فرمادیا ہے جس میں ہر قسم کی تنقیص و توہین۔ تمسخر و استہزاء شامل ہے۔

مسلك اہل السنۃ والجماعت

اسی قسم کی آیات و احادیث کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعت کا یہ متفق علیہ مسلك

ہے کہ کسی صحابی پر بھی تنقید و جرح اور طعن و استہزاء جائز نہیں ہے۔ چنانچہ:

① ابو زرہ رازیؓ فرماتے ہیں:

اذا رایت الرجل ینقص احداً من اصحاب رسول اللہ ﷺ فاعلم انہ
زندیق الخ (الاسباب فی تمییز الصحابہ جلد اول مؤلفہ حافظہ ابن حجر عسقلانی)۔

جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص
کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ الخ

② محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابو الشریف شافعیؒ مسارہ اور اس کی شرح

مسارہ میں فرماتے ہیں:

واعقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضی اللہ
عنہم وجوبا باثبات العدالة لكل منهم والكف عن الطعن فيهم
والثناء عليهم كما اثنا الله سبحانه وتعالى عليهم اذ قال كُنْتُمْ خَيْرَ
أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَقَالَ تَعَالَى وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِتُكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ الخ:

اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ ان سب
کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثنا
اور صفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جتنی امتیں
لوگوں کے لیے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو اور فرماتا ہے ہم نے تم کو
متوسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ الخ (ایضاً مودودی عقائد اور دستور کی حقیقت)

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اہم ہے آپ مجتہد بھی ہیں
اور کاتب وحی و فرامین نبوی بھی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد آپ ۲۰/۱۹ سال وسیع ترین
مملکت اسلامیہ کے سربراہ رہے۔ کفر کی طاغوتی طاقتوں کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ تو
ایسے جلیل القدر صحابی پر کون اہل فہم مسلمان زبان طعن دراز کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر خصوصاً

ور پر علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح الشفاء قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ راتے ہیں:

من يكون يطعن في معاوية فذاك من كلاب الهاوية.
یعنی جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے وہ دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

اور یہی حوالہ بریلوی مسلک کے پیشوا مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کی کتاب حکام شریعت حصہ اول ص ۵۵ پر منقول ہے۔

نئی، شیعہ اور خارجی کون ہیں (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

① پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت (مکتوبات امام ربانی جلد دوم مکتوب نمبر ۶۳) اہل سنت ہونے کے لیے حضرت امیر یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور خارجی نام پایا۔

(یہ حوالہ کتاب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۱۷ پر بھی منقول ہے)۔

② فرماتے ہیں:

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبری از اصحاب رض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن (ایضاً مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۶۳) ”اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت اور اصحاب سے بیزاری رض و شیعیت اور محبت اہل بیت با وجود تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنیت۔ رانفصیت اور خارجیت کی کتنی جامع تعریف

فرمائی ہے۔ ہر نئی مسلمان کا عقیدہ و عمل اس کے مطابق ہونا چاہیے۔ مولانا لعل شاہ بخاری اور مہر حسین شاہ صاحب بخاری خوب غور و فکر کر کے استخلاف یزید اور کھلی چٹھی کے مندرجات کو اس کسوٹی پر پرکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

واللہ الہادی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع

بندہ عاجز نے ”خارجی فتنہ“ حصہ اول ص ۵۷۱-۵۷۲ پر بعنوان: ”دفاع خلفائے

راشدین“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق لکھا ہے کہ:

اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص دور خلافت مرتضوی میں (از روئے سیاست و خلافت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برتری کا قائل ہوگا تو ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی موعودہ خلافت کا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے پورا پورا دفاع کریں گے۔ حالانکہ خلفائے اربعہ کی مذکورہ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شریک بھی نہیں ہیں۔ اور اس میں کوئی اشتباہ بھی واقع نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہاں بھی ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی عظمت کا پورا پورا تحفظ کرتے ہوئے جواب دیں گے تاکہ کسی پہلو سے ان جلیل القدر صحابی کے بارے میں کسی پہلو سے کوئی تنقیص و توہین لازم نہ آئے اور حضرات اکابر اہل سنت نے یہی طرز تحقیق اختیار فرمایا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اجتہادی خطا منسوب کرنے کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ اور حسب قول سندنیوی کسی صحابی کی طرف اجتہادی غلطی تسلیم کرنے میں کوئی بے ادبی بھی نہیں ہے (ملاحظہ ہواظہار حقیقت جلد دوم ص ۳۶۵)۔

② اسی بحث میں بندہ نے یہ لکھا ہے کہ:

البتہ ہمیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخصوص بلند شان کے پیش نظر اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ و مجتہد قرار دیتے ہوئے خطا اجتہادی سے زائد اور کوئی حکم لگانے کا حق نہیں پہنچتا اور خود سند یلوی صاحب کے نزدیک بھی: کسی صحابی کی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت بے ادبی نہیں۔

(انکھار حقیقت جلد دوم، ص ۳۶۵)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان حالات میں معذور تھے اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے نہ لینے پر مبنی تھا چنانچہ امام غزالی رضی اللہ عنہ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے الخ (خارجی فقہ حصہ اول ۵۸۳)۔

⑤ اسی سلسلہ میں بندہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں یہ لکھا ہے کہ:

اسی طرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق تمام ملت اسلامیہ نے خلیفہ تسلیم کر لیا تو اب اگر کوئی شخص (خواہ کسی بھی لباس میں ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو مجروح کرے گا (جیسا کہ فرقہ شیعہ کے بعد مودودی صاحب نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں اس جرم کا ارتکاب کیا ہے) تو ہم عقیدہ اہل سنت و الجماعت کی بنا پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا پورا پورا دفاع کریں گے جیسا کہ بندہ نے اپنی کتابوں ”مودودی مذہب“ اور ”علمی محاسبہ“ وغیرہ میں یہ فریضہ ادا کیا ہے“ (خارجی فقہ حصہ اول ص ۵۷۳)

مندرجہ بالا تین عبارتوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق میرا عقیدہ بالکل واضح ہے: مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی جنگ جمل و صفین کی بحث میں بندہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف باغی وغیرہ کے الفاظ منسوب کیے ہیں تو وہ اکابر امت سے منقول ہیں اور پھر میں نے جا بجا اس کی توجیہ بھی واضح کر دی ہے کہ اس سے مراد صورتاً بغاوت ہے نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہوا ہے۔ اور خطائے اجتہادی پر بھی حسب حدیث بخاری ایک اجر ملتا ہے۔ لہذا خطائے اجتہادی کی

نسبت کرنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ تنقیص بھی لازم نہیں آتی۔ مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے جو ان الفاظ کو حقیقت پر مبنی قرار دے کر مجھ پر طعن کیا ہے یہ ان کی کج فہمی ہے یا ناجائز تعصب۔ جیسا کہ پہلے اس پر بحث کر دی گئی ہے۔ اسی طرح مولانا محمد علی سعید آبادی مرحوم کے نام سے ایک کتابچہ بنام ”اصل حقیقت“ کراچی سے شائع ہوا ہے۔ انہوں نے بھی انہی مذکورہ الفاظ کی بنا پر تہر ابازی کا مظاہرہ کیا ہے تو یہ ان کا خارجیانہ غلو ہے۔ اس کتابچہ کا مستقل جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ شائع کیا جائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عموماً مورخین اور مصنفین تنقیص و تفریط سے کام لیتے ہیں اور ظاہری روایات کی بنا پر ان کے اجتہادی مقام اور شرف صحبت نبوی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ زمانہ آزادی اور بے راہروی کا ہے۔ اہل السنۃ والجماعت کے تحقیقی مسلک کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ بہر حال اگر مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں افراط و غلو اختیار کیا ہے تو مولانا لعل شاہ صاحب بخاری ان کے بارے میں تنقیص و تفریط کے راستے پر چلے ہیں جس کے ثبوت میں ان کی متعدد عبارتیں گزشتہ اوراق میں نقل کر کے ان پر تبصرہ کر دیا ہے۔ اور بندہ نے بفضلہ تعالیٰ اپنے عقیدہ کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کا فریضہ انجام دیا ہے جس کا اعلان ”خارجی فتنہ“ حصہ اول میں بھی کر دیا گیا تھا۔ شروع میں ارادہ تو مختصر جواب لکھنے کا تھا لیکن درمیان میں بعض مسائل ایسے آئے جن میں تفصیل کی ضرورت پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور خلوص و استقامت نصیب ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خواب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت

گزشتہ سال ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں بندہ کو بفضلہ تعالیٰ چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مقدسہ رسول اللہ ﷺ کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ منیٰ میں شب جمعہ ۹ ربی الحجہ نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو گیا تو خواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت

نصیب ہوئی۔ آپ نے بندہ ناکارہ سے معاف فرمایا۔ اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ حضرت بندہ نے کتاب ”خارجی فتنہ“ لکھی ہے اگر اس میں آپ کے متعلق کوئی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے تو معاف فرمائیں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ باوقار اور سفید نورانی تھا۔ اور بندہ کی معافی کی درخواست پر آپ کے چہرہ پر کوئی طلال ظاہر نہیں ہوا بلکہ حسب سابق شفقت کی نگاہ تھی۔ خواب گو شرعی حجت نہیں ہے۔ لیکن حسب ارشاد رسالت اچھے خواب مبشرات میں سے ہوتے ہیں۔ شرعی دلائل کی بنا پر بندہ اپنی کتاب ”خارجی فتنہ حصہ اول“ سے مطمئن ہے۔ علمائے اہل سنت والجماعت نے اصل مسئلہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی تائید و تصویب بھی کر دی ہے۔ البتہ منیٰ کے مقدس مقام میں ایام حج کے دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت و معانقہ بندہ کے لیے ایک بڑی سعادت ہے۔ جس سے مزید اطمینان نصیب ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلفائے راشدین، تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام تمام ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) رضوان اللہ علیہم اجمعین کی درجہ بدرجہ عقیدت و محبت عطا فرمائیں۔ ان کے بارے میں ہر قسم کی تنقیص و بے ادبی سے بچائیں۔ اعتقادی اور عملی فتنوں سے محفوظ رکھیں اور مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع، تبلیغ، خدمت اور نصرت و دفاع کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ۔

خادم اہل سنت

منظہر حسین غفرلہ

خطیب مدنی جامع مسجد چکوال

دائیر تحریر خدام اہل سنت پاکستان

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ ۳ ستمبر ۱۹۸۲ء

حضرت قاضی صاحب اور بخاری صاحب کا موقف دارالعلوم دیوبند کے اصحاب افتاء کا محاکمہ

”قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علمائے دیوبند کے مطابق ہے۔ اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور شیعہ مزاج کے مطابق ہے۔ استفتاء اور جواب استفتاء حسب ذیل ہے۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرمی و معظمی عالی جناب مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم العالی دارالعلوم دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مودبانہ عرض ہے کہ یہاں پر ایک کتاب بنام ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما و اختلاف یزید“ (مصنفہ مولانا سید لعل شاہ بخاری خطیب مدنی مسجد واہ کینٹ) کی بعض عبارات وجہ نزاع بنی ہوئی ہیں اور چونکہ مصنف مذکور اس بات کا مدعی ہے کہ:

”راقم السطور نے بھی دارالعلوم میں حضرت مدنی، مولانا بلیاوی اور

مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ تعالیٰ سے فیض پایا ہے۔“ (اختلاف یزید، ص ۳۵۵)

اس لیے دارالعلوم دیوبند سے وابستہ بعض حضرات علماء نے ان کی بعض عبارات سے اختلاف کیا ہے، اختلاف کرنے والوں میں ایک حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت مدنی رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ ان کے نزدیک

”وہ عبارات جمہور المسلمین کے مسلک کے خلاف ہیں اور ان میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما پر اس اعجاز سے تنقید کی گئی ہے کہ ان کی دینی عظمت

مجروح ہوتی ہے۔“

حضرت قاضی صاحب مدظلہ نے اپنی دو کتابوں (خارجی فتنہ حصہ اول اور دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) میں ان عبارات پر بحث کی ہے۔ چونکہ دونوں حضرات جمہور اہلسنت کے پیرو اور اکابر اہل سنت دیوبند کے فیض یافتہ ہونے کے مدعی ہیں، اس لیے ان کی درج ذیل عبارات پر روشنی ڈال کر ہماری راہنمائی فرمائیے تاکہ آجنگاہ کی گرامی ہمیں مشعل راہ کا کام دے..... مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری جنگِ صفین کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

①..... جمہور اہلسنت کے اس بارہ میں دو قول ہیں:

پہلا قول: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد کھلی ہیں اور خطا ان کی اجتہادی ہے یعنی انہوں نے حق کا قصد کیا لیکن خطا کر گئے، حق کو پانا نہ سکے بہر حال ماجور ہیں۔“ (استکشاف یزید، ص ۱۷۴)

دوسرا قول: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دوہر خلافت علی رضی اللہ عنہ میں وہ ملکِ جائز تھے۔“ (ایضاً)

اس قول پر تقریباً سترہ حوالے پیش کیے ہیں جن میں محاربین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق باغی، خطا کار اور سلطانِ جائز کے الفاظ پائے جاتے ہیں، ایک حوالہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جس میں ہے کہ:

اہل حدیث نے روایات صحیحہ سے دریافت کیا ہے کہ یہ حرکت (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قتال) خواہشِ نفسانی کی وجہ سے تھی، پس انتہا یہ ہے کہ باغی اور گنہگار گناہ کے مرتکب ہوئے۔

(ایضاً ۱۸۷، بحوالہ فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۵، مترجم اردو)

آگے لکھتے ہیں:

جمہور اہلسنت کے نظریہ کے مطابق جب طے ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لائقِ المصیب ہیں تو یہ امر مستلزم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باقائمتل گروہ

باطل پر ہو کیونکہ حق کے بالقابل باطل کا کلمہ مستعمل ہوتا ہے، جیسا کہ وبحق
اللہ الحق ویبطل الباطل الآیة (ایضاً ص ۱۸۸)

اہل سنت کے دونوں اقوال کا مآل ایک ہی ہے کے تحت لکھتے ہیں کہ:
اگر دوسرے قول کی یہ تاویل کر لی جائے کہ محاربین علی رضی اللہ عنہما باطل پر تھے
مگر انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تو اس قول کا مرجع بھی وہی ہو جاتا ہے جو
پہلے قول کا ہے البتہ بعض عبارات اس تاویل کو قبول نہیں کرتیں، ہمارے لیے
بہت آسان ہے کہ ہم ان عبارتوں کو رد کر دیں جو اس تاویل کو قبول نہیں
کرتیں اور اس نظریہ کو حق و صواب سمجھیں کہ اس مقاتلہ میں حضرت
علی رضی اللہ عنہما حق پر تھے اور ان کے محاربین فی الحقیقہ باطل پر تھے مگر انہوں نے
باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پانہ سکے۔

اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ (ایضاً ص ۱۸۹)

لکھتے ہیں کہ:

”اہلسنت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ دو ر علی رضی اللہ عنہما میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما باغی تھے
اور فتلک الفتنہ الباغیہ صحیح بخاری کی روایت اہل السنۃ کی سند ہے۔“

(ایضاً ص ۵۷۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت برقرار ہو گئی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:
”جب حضرت حسن رضی اللہ عنہما ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے
اور ساری جماعت ان پر متفق ہو گئی تو ان کی بغاوت ختم ہو گئی اور بالاتفاق ان
کی عدالت برقرار ہو گئی۔“ (استحکاف خزیدہ، ص ۱۹۱)

حضرت موانا قاضی صاحب مدظلہ، بخاری شاہ صاحب کی ان عبارات پر تبصرہ
کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”استحکاف خزیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ..... وہ بھی راوا احتدال سے ہٹ

گئے ہیں، کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ حسن ظن نہیں رہتا جو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً حسب ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

①..... جمہور اہلسنت کا دوسرا قول کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دور خلافت علی رضی اللہ عنہ میں وہ ملک جا رہے تھے۔“

اس کے بعد شاہ صاحب نے ہدایہ وغیرہ متعدد کتابوں کی عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں باطل اور جور وغیرہ کے الفاظ ہیں لیکن اس کے متعلق پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر چکا ہوں کہ اس سے مراد خطائے اجتہادی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً اہل باطل اور اہل جور وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ان کو فقیہ اور مجتہد نہیں سمجھتا اور ان کے خلوص نیت میں شک کرتا ہے لیکن جو شخص آپ کو مخلص اور فہمیدہ و مجتہد صحابی سمجھتا ہے وہ آپ کے اختلاف کو عنادی نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ حقیقتاً غیر عادل تھے؟ کیونکہ اجتہادی اختلاف میں عادل اور غیر عادل کا تقابل نہیں ہوتا اور شاہ صاحب نے گو آخر میں اہلسنت کے دونوں قولوں کے مابین تطبیق دے کر یہ وضاحت کر دی ہے کہ ”انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا مگر حق کو پانہ سکے۔“ الخ

لیکن اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور اہلسنت کی مذکورہ الصدر آراء دور خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصلحت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور ساری

جماعت ان پر متفق ہوگئی تو ان کی بغاوت ختم ہوگئی اور بالاتفاق ان کی علالت برقرار ہوگئی۔“ الخ

یہ بات بھی عجیب ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختلاف (خواہ وہ جنگ و قتال کی صورت میں ہوا) اجتہادی خطا قرار دے دیا تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ ”صلح کے بعد ان کی عدالت برقرار ہوگئی الخ“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے اور اجتہاد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا، علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عناد و نژاد پر مبنی ہوتا تو آپ عائشہ کی حکیم کی تجویز قبول نہ فرماتے، کیونکہ حقیقتاً باغی کے لیے تو قرآن مجید میں صریح حکم مذکور ہے کہ لقاتلوا النبی تبغی حتی تنفی الی امر اللہ (پس باغی گروہ سے اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ وہ اللہ کے حکم یعنی حق کی طرف رجوع نہ کرے) حالانکہ آخری وقت تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول نہیں کی، باوجود اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عائشہ کی تجویز قبول فرمائی۔“ (خارجی فقہ، ۳۷۷)

نیز لکھتے ہیں کہ:

”یہ علم و فہم کے معیار پر بالکل غلط ہے کیونکہ جب انہوں نے دوسرے قول کے تحت ان کی خطا کو عنادی قرار دے دیا تو حق کا قصد ہی کہاں رہا؟ حق کو پالینے کا قصد تو خلوص پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ عناد اور ہوائے نفس پر؟ ان دونوں باتوں میں سے ایک کو تسلیم کر لیں اگر یہ کہیں کہ انہوں نے حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا لیکن حق کو پانہ سکے یعنی خطا ہوگئی تو پھر خطائے عنادی کے قول کو رد کر دیں اور اگر عنادی خطا کے قول کو اہلسنت کا قول تسلیم کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہیں کہ حق کا قصد کر کے اجتہاد کیا تھا کیونکہ حق کا قصد کرنے کے باوجود خطا ہو جائے تو

اس کو عنادی خطا نہیں کہہ سکتے، کیا عناد اور قصدِ حق دونوں جمع ہو سکتے ہیں؟“ (دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۲۹)

نیز مولانا لعل شاہ صاحب کی طرف سے ”فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ص ۲۲۵، پیش کردہ حوالہ کے متعلق قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

فتاویٰ عزیزی کی مذکورہ زیر بحث عبارت الحاقی سمجھی جائے گی۔

(دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۳۵)

نیز لکھتے ہیں کہ:

اگر روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوتی تو پھر اکثر مفسرین اور فقہاء اس کے خلاف کیوں مسلک اختیار کرتے ہیں؟ (ایضاً ص ۳۶)

②..... مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے

ہیں کہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرنا ممنوع ہے۔ (استحلاف یزید، ص ۳۳۸)

نیز لکھتے ہیں کہ:

میرے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع دین کی ایک اہم خدمت ہے۔

(ایضاً، ص ۳۳۸)

اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سب کرنے کا۔

آگے لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی یہ روایت عکاسی کرتی ہے کہ سب علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت اہتمام کیا جاتا ہے..... بہر حال لانسہوا اصحابی الہدیٰ کے تحت جو سب منعی عنہ اور ممنوع ہے اسی سب و شتم کا ارتکاب بڑے اہتمام سے کیا جاتا

تھا۔ (استحکاف، پزیدہ، ص ۲۲۶)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

مولانا لعل شاہ اس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سب سے منع فرمایا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پڑے اہتمام سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔

اس بات کو تسلیم کرنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی اور دینی پوزیشن کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ (دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۳)

⑤..... بخاری صاحب لکھتے ہیں:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محفل معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیبائش و آرائش کس قسم کے عنادل خوش گلو کی نوا سنجی سے وابستہ تھی لیکن کبھی کبھی مقدم رضی اللہ عنہ ابن معدیکرب جیسے درویش کی تلخ نوائی مجلس کے رنگ کو پھیکا اور افسردہ کر دیتی تھی۔ (استحکاف، پزیدہ، ص ۲۳۳)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ تمسخر اور ٹھٹھا ہے یا دفاظ و عقیدت۔ (دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۴)

⑥..... شاہ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محبوب فرزند نے اپنے زورِ خطابت اور کمالِ فصاحت و بلاغت میں جہاں زیادتی مٹی پلید کی، وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک اپنی اُمی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ (استحکاف، ص ۱۵۵)

قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ جارحیت ہے یا کہ دفاظ؟ شیعیت کا یہی مزاج ہے۔

(دفاعِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۴)

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

①..... صلین کی جنگ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیام میں دم عثمان رضی اللہ عنہ سے لڑی ہے اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے۔ (اشکاف، ص ۵۲۶)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

یہ دقاص ہے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر ناپاک حملہ؟ بیشک عقیدہ اہلسنت والجماعت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے لیکن آپ کی یہ بغاوت صرف صورتاً تھی نہ حقیقتاً، کیونکہ آپ مجتہد تھے اور آپ سے اس میں خطائے اجتہادی سرزد ہو گئی تھی..... اگر نیت میں فساد ہو تو اس کو نہ اجتہاد کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر ایک گونہ اجر ملتا ہے، اور پھر جو دوسرے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کیا وہ بھی دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کے مرتکب تھے؟

یہاں تو شاہ صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنا نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت چاہتے تھے لیکن پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باطل کا نہیں بلکہ حق کا قصد کیا تھا۔“ یہ دونوں عبارتیں آپس میں متضاد ہیں کیونکہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے تو ان کا حق کا قصد کرنا صحیح نہ رہا اور اگر ان کا حق کا قصد کرنا صحیح ہے تو ان پر دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لینے کا الزام بالکل غلط ہے۔

شاہ صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ ”اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے دم عثمان رضی اللہ عنہ کی آڑ لی ہے“ کیونکہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے نہ کہ اہلسنت

والجماعت کا؟

نیز لکھتے ہیں کہ:

مندرجہ بالا چار عبارتوں کے پیش نظر کوئی صاحب عقل و انصاف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا لعل شاہ بخاری نے ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کی ہے یا ان کا دفاع کیا ہے بلکہ یہی فیصلہ کرے گا کہ ان عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا استہزاء و استخفاف

اور طعن و تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ (دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۷)

چونکہ مولانا لعل شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ ”ہم اہلسنت، والجماعت ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد اور دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ..... خاندان ولی اللہ اور اکابر دیوبند سے وابستگی ہے۔ (استخفاف، ص ۲۷۸) اور ”ہم نے جو کچھ لکھا ہے..... جمہور اہلسنت کی پیروی میں لکھا ہے۔ (استخفاف، ص ۷۱)..... اس لیے براہ کرم ارشاد ہو اس بارہ میں:

①..... کہ مولانا لعل شاہ صاحب اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

میں سے کس کا موقف و مسلک جمہور اہلسنت اور اکابر دیوبند کے مطابق ہے؟

②..... شاہ صاحب نے جنگِ صفین کے متعلق جمہور اہلسنت کی طرف سے جو دو

اقوال پیش کیے ہیں کیا دونوں صحیح ہیں؟ اگر ہاں، تو کیوں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ نیز دونوں اقوال میں جو قطعی دی گئی ہے وہ صحیح ہے یا غلط، اور کیوں؟ مذکورہ عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف پائی جاتی ہے یا تنقیص و تنقید؟ امید کی جاتی ہے کہ آنجناب ضرور ہماری راہنمائی فرمائیں گے۔

فقط والسلام

منجانب: اہل سنت والجماعت ساعی وال ضلع سرگودھا، پاکستان، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۵ء

الجواب

سوال میں مولانا لعل شاہ بخاری کی کتاب ”استحلاف یزید“ اور مولانا قاضی مظہر حسین کی کتاب ”دقائق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ“ کے جو حوالے نقل کیے گئے ہیں، اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے مطابق ہے اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور شیعہ مزاج کے مطابق ہے، ان کی عبارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص عیاں ہے، جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے قطعاً خلاف ہے۔ مولانا لعل شاہ بخاری کا فریضہ ہے اپنی کتاب سے ان عبارتوں کو خارج فرمادیں جن سے صحابی رسول اور کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چوٹ ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللذ الله في اصحابي
لا تتخذوهم غرضاً من بعدى فمن احبهم فبحبي احبهم ومن
ابغضهم فببغضى ابغضهم ومن آذانى فقد آذانى ومن آذانى فقد
آذى الله ومن آذى الله فيوشك ان ياخذوه. رواه الترمذى (مشکوٰۃ شریف)

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

۲۰

سوال میں مولانا لعل شاہ بخاری کی کتاب ”استحلاف یزید“ اور مولانا قاضی مظہر حسین کی کتاب ”دقائق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ“ کے جو حوالے نقل کیے گئے ہیں، اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے مطابق ہے اور بخاری لعل شاہ کا موقف اس باب میں غیر معتدل اور شیعہ مزاج کے مطابق ہے، ان کی عبارت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص عیاں ہے، جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے قطعاً خلاف ہے۔ مولانا لعل شاہ بخاری کا فریضہ ہے اپنی کتاب سے ان عبارتوں کو خارج فرمادیں جن سے صحابی رسول اور کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چوٹ ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:



کتاب خانہ
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

کتاب خانہ
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

کتاب خانہ
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

دار الامم للتحقيق

کی دیگر مطبوعات



0321-4145543, 0322-8464167